Rs.30/-

جنوری ۲۰۲۰ء

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو دہلی

جامعة الصفة ورنگل

دیشائی پیٹ روڈ، ورنگل (تلنگانہ)

دعوت دین واقامت دین کیلئے ایک تعلیمی تحریک

الحمدللہ جامعۃ الصفہ ورنگل اپنے مقاصد کی تکمیل کا جہاں سولہواں سال مکمل کر رہا ہے، وہیں پر تحریکی حلقوں میں بھی ایک معروف منفرد ادارے کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ 2005 تا 2018 کے عرصے میں بفضلہ تعالیٰ 86 طلباء حفظ القرآن کی تکمیل کر چکے ہیں۔ جب کہ گذشتہ چھ برسوں میں 12 طلباء دستار فضیلت سے سرفراز ہو کر تحریک اسلامی کی سعی وجہد میں اپنا عملی کردار نبھا رہے ہیں۔

جامعہ کے شعبہ عالمیت میں چار سالہ اور فضیلت کا دو سالہ کورس رکھا گیا ہے، جس میں تشنگان علم وخادمان دین اپنے علم کی پیاس بجھا رہے ہیں تا کہ معاشرے میں وہ اپنا منصبی فریضہ ادا کر سکیں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ فارغین جامعہ میں دین کی صحیح فکر، اقامت دین کی تڑپ، عصری علوم سے اتنی واقفیت، مہارت، بصیرت پیدا کی جائے کہ وہ زمانے کے ہر چیلنج کا مطلوبہ اسلوب میں مقابلہ کر سکیں۔ جامعہ میں اس وقت ریاست تلنگانہ وآندھرا پردیش کے مختلف اضلاع کے علاوہ دیگر کچھ مقامات کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور تقریباً سارے ہی طلباء دارالاقامہ میں مقیم ہیں۔ ان کی رہائش، طعام وتعلیم کے اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون وسرپرستی میں مکمل کئے جاتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطائے فرمائے) طلباء کو انگریزی وعلاقائی زبان تلگو بھی پڑھائی جاتی ہے تا کہ وہ برادران وطن میں دعوت دین کا کام انجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ جامعہ میں کمپیوٹر لیاب بھی موجود ہے۔ انشاء اللہ جامعہ کی دوسری منزل کی تعمیر اسی سال پیش نظر ہے۔ ادارے کا ماہانہ خرچ -/2,20,000 روپے ہے۔ سالانہ اخراجات اور تعمیر کیلئے ادارہ دردمندان ملت کے بہی خواہاں تحریک سے دست تعاون کی امید بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کاکتیہ یونیورسٹی اور دیگر کالجوں میں اعلیٰ عصری علوم کے لئے شہر ورنگل آنے والے طلباء کی دینی واخلاقی تربیت اور بہتر رہائش کے علاوہ حصول تعلیم میں یکسوئی کے پیش نظر جامعۃ الصفہ کے ہاسٹل میں رہائش کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ چنانچہ جامعہ کے ہاسٹل میں پروفیشنل کورس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء مقیم ہیں۔ الحمدللہ اس کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

تعاون کی شکلیں : شعبہ حفظ وعالمیت کے طلباء کی کفالت کیلئے سالانہ فی طالب علم -/20,000 ہزار روپے ہے۔ اساتذہ وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہوں کیلئے ماہانہ -/95,000 روپے اس کے علاوہ اور دیگر ضروریات۔۔۔۔۔

بانی وناظم جامعہ محمد خواجہ عارف الدین

پیغام عمل

طلباء کی ذہنی وفکری تربیت اور عملی جدوجہد کیلئے ناظم جامعہ جناب محمد خواجہ عارف الدین کی بعد نماز عشاء روزآنہ کی گئی فکری واصلاحی تقریروں کے مجموعے "پیغام عمل" (کتابی شکل) کو عام طور پر تحریکی حلقے میں کافی پسند کیا گیا ہے چنانچہ اب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جامعۃ الصفہ کے علاوہ مکتبہ اسلامی سب ڈپو چھتہ بازار، حیدرآباد سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ (قیمت -/150)

JAMIA-TUS-SUFFAH, H.No. 11-24-314, Deshaipet Road, Warangal. (T.S.) India
Phone : +91-870-2424576, Cell: +91-98490 04547,
A/c. No. 444351498, Indian Bank, Mandi Bazar, Warangal. IFSC : IDIB000W004

SUFFAH HIGH SCHOOL

27 YEARS

English Medium, Nursery to X Class

Mandi Bazar, Warangal 506002 (Telangana)

Providing Excellence in Education Since 27 Years

Suffah High School was established in the year 1991 and since 27 years providing excellence in school education. We provide the best infrastructure for the students to get modern education in an islamic environment. Preparing the students for their better future here and hereafter

Our Facilities

* Moral Education
* Play Way Learning
* Arabic Classes
* Digital Class
* Coputer Lab
* Science Lab

Mohd. Khaja Arifuddin
Founder & Chairman

Dr. Aziz Ahmed Ursi
Founder Sec & Correspondent

Contact us @ 91870-2424086, 9700054253 email: suffah.shs@gmail.com

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

جریدہ حیاتِ نو

مدیر مسئول: سید راشد حامدی   **مدیر اعزازی:** ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی

جلد: ۵،   شمارہ: ۱   جنوری ۲۰۲۰ء / جمادی الاولیٰ ۔ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ

ادارتی امور کے لیے رابطہ کریں: 8287025094، 9927206518
انتظامی امور کے لیے رابطہ کریں: 7011838453
ای میل: jareedahayatenau@gmail.com

مجلس ادارت

محمد اسماعیل فلاحی	علی گڑھ
زبیر ملک فلاحی	لکھنؤ
انیس احمد فلاحی	جامعۃ الفلاح

فی شمارہ	: اندرون ملک	۳۰/روپے
	بیرون ملک	۵/امریکی ڈالر
خصوصی شمارہ	:	۶۰ روپے
سالانہ زر تعاون	: اندرون ملک	۳۰۰/روپے
	بیرون ملک	۲۰/امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ	: اندرون ملک	۵۰۰۰/روپے
	بیرون ملک	۳۰۰/امریکی ڈالر

- رجسٹرڈ ڈاک سے رسالہ منگانے کی صورت میں رجسٹری خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔
- مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

Printed, Published & Owned by Sayyed Rashid Hamdi ,F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla,New Delhi-110025. **Printed at**: Ala Printing Press, 3636, Katra Dina Baig, Lal Kuan, Delhi-110006. **Published at**:F-9, Zeeshan Apartment, 1st Floor, Near Masjid Al-Habeeb, 40 FT Road, Shaheen Bagh, Jamia Nagar, Okhla, New Delhi-110025. **Editor: Ziauddin Falahi**

نقوشِ حیات

اداریہ	ضیاءالدین فلاحی	۴
دستور انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح	ادارہ	۸
قرآنیاتِ حمیدالدین فراہی [قسط اول]	مولانا انیس احمد فلاحی مدنی	۱۵
قرآن کریم کا قانونِ میراث	عبدالحی اثری	۲۳
قرآن کریم کی نشرواشاعت عہد بہ عہد	نسیم مجیدی فلاحی	۲۷
قرآن کریم کے چند معروف وغیر معروف قاری	تنویر آفاقی	۳۳
مولانا ابوالکلام آزاد اور متحدہ قومیت	علیزہ بانو	۴۳
داراشکوہ سنگھیوں کا محبوب کیوں؟	محمد اسامہ فلاحی	۴۷
بول ابیض: اطباء کو ڈرا دینے والا مرض	ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی علیگ	۵۴
تعارف وتبصرہ	محمد حاذق فلاحی	۶۷
بزم ادب	سرفراز بزمی	۷۴
جامعہ کے لیل ونہار	مصباح الباری فلاحی	۷۵

مقالہ نگاران و قلمی معاونین

۱- ڈاکٹر ضیاء الدین فلاحی (مدیر حیات نو)

استسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

۲- مولانا انیس احمد فلاحی مدنی

نائب مہتمم تعلیم وتربیت، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ

۳- عبدالحی اثری

ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

makkiabdulhai@gmail.com

۴- نسیم مجیدی فلاحی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی

۵- تنویر آفاقی فلاحی

لائبریرین، مرکزی لائبریری، جماعت اسلامی ہند، دعوت نگر، نئی دہلی

۶- علیزہ بانو

ایم اے، اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۷- ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی علیگ

البدر یونانی شفاخانہ، اعظم گڑھ یوپی

۸- محمد اسامہ فلاحی

ریسرچ اسکالر، پنجاب یونی ورسٹی

۹- محمد حاذق فلاحی

ریسرچ اسکالر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

haziq2013@gmail.com

۱۰- سرفراز بزمی

سوائی مادھوپور، راجستھان

۱۱- مولانا مصباح الباری فلاحی

استاد جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ یوپی

دعوت دین اوراس کا طریقۂ کار

(مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی کتاب کا تجزیاتی مطالعہ)

بھارت میں احیائے اسلام/اقامت دین کی فکر کا فروغ بنیادی طور پر خلافت عثمانیہ کے خاتمہ (۱۹۲۴ء) کے بعد ہوا۔ البتہ احیائے اسلام کا پہلا نعرہ مولانا ابوالکلام آزاد (و:۱۹۵۸ء) نے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے ذریعہ ۱۹۱۱-۱۹۱۲ء میں بلند کیا۔''حکومت الٰہیہ'' اوراس کے بعد ''حزب اللہ'' کی طرف دعوت دے کروہ پورے ہندوستان کے امام الہند قرار پائے۔[۱] مولانا آزاد کے بعد احیائے اسلام کے لیے تحریکات کی صدی میں ''جماعت اسلامی'' قائم کر کے جس مفکر اسلام نے احیائے اسلام کی فطری اساس تیار کی وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (و:۱۹۷۹ء) تھے۔ مولانا مودودیؒ نے اس فکر کو اپنی ایک تقریر میں ۱۹۴۶ء میں جزوی طور پر بیان کیا تھا۔ وہ تقریر بعد میں ''شہادت حق'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس کتابچے میں سید مودودی نے انبیاء کی مانند قولی شہادت اور ایک ریاست کے قیام کے ذریعہ عملی شہادت پر قرآن وسنت اور خلفائے راشدین کے عمل سے استدلال پیش کیا ہے۔[۲]

برصغیر میں احیائے اسلام کے لیے جس شخصیت نے دعوت دین اور اس کے طریقہ کار کو قرآن وسنت پر مبنی علمی رخ عطا کیا، دنیا اسے مولانا امین احسن اصلاحیؒ (و:۱۹۹۷ء) کے نام سے جانتی ہے۔ سطور ذیل میں ان کی معرکہ آرا کتاب کے حوالہ سے چند سطریں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں:

مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی رکنیت اختیار کی اور بعض علمی، ذہنی اور مزاجی عدم موافقت کے سبب سترہ سال کی رفاقت اور موافقت کے بعد ۱۹۵۹ء میں جماعت اسلامی پاکستان سے مستعفی ہوگئے اور باقی ماندہ زندگی میں فکر اسلامی کی شرح وترجمانی میں مصروف کار رہے۔ مولانا اصلاحی نے احیائے اسلام کو بنیاد بنا کر جو فکری لٹریچر تیار کیا وہ تحریک اسلامی کے علمی، تحقیقی اور فکری لٹریچر میں گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مذکورہ کتاب کی بابت بھی محققین کا یہی احساس ہے۔

''دعوت دین اوراس کا طریقہ کار'' نامی کتاب پہلی بار بالاقساط ترجمان القرآن میں محرم ۱۳۶۵ھ سے جمادی

الاول ۱۳۶۶ھ تک مسلسل شائع ہوئی۔ ۱۹۴۸ء میں انھیں یکجا کر کے جماعت اسلامی نے شائع کر دیا جس میں مولانا اصلاحی کے مطابق کئی نقائص باقی رہ گئے تھے کیوں کہ مولانا سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیے گئے اور انھیں مسودہ کی اصلاح کا موقع نہیں ملا۔ بعد میں ۱۹۵۱ء میں نقائص سے پاک کر کے مولانا نے دوبارہ اسے شائع کیا۔

یہ کتاب ایک دیباچہ اور چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں دعوت کے طریق کار، داعی اور دعوت کی خصوصیات، مدعو کی خصوصیات اور فلسفۂ دعوت اور مراحل دعوت پر قرآن وسنت سے دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔ ''مروجہ طریقۂ تبلیغ کی علمی و عملی غلطیاں'' کے ضمن میں آٹھ اغلاط کی نشان دہی کرتے ہیں اور دوسرے باب ''تبلیغ کس لیے'' اور پانچویں باب: ''دعوت دین میں تدریج'' اور چھٹے باب ''دعوت کے طریقے'' میں عصر جدید کی رعایت کرتے ہوئے مناسب طریقوں کی وضاحت کرتے ہیں۔ ساتویں باب ''دعوت کی زبان اور داعیان حق کا طرزِ کلام'' میں انھوں نے داعیانِ حق کے کلام کی نمایاں خصوصیات بیان کی ہیں۔ مثلاً یہ کہ انبیاء کرام نے ہمیشہ اپنی قوم کی زبان میں دعوت پیش کی ہے تاکہ قوم کے ہر گروہ اور ہر طبقہ پر اللہ کی حجت پوری ہو سکے۔ دوسری خصوصیت یہ رہی کہ انبیاء اور داعیوں کا کلام کلامِ مبین ہوتا ہے۔ وہ اپنے وقت کی اس بولی میں گفتگو کرتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ خوبی وصفائی کے ساتھ حرفِ مدعا کو قوم کے ہر حلقہ تک پہنچا سکے، اس میں نہ اجمال وابہام ہوتا ہے نہ غیر ضروری طوالت، نہ استعارات وتشبیہات کی کثرت ہوتی ہے۔ نہ ثقیل وغیر مانوس الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ غصہ کے بجائے دل سوزی، سختی کے بجائے نرمی اس کے لفظ لفظ سے رس ٹپکتا ہے اور فقرہ فقرہ سے روح کو غذا ملتی ہے۔ اس کی تاثیر سے نہ صرف افراد کی بلکہ قوموں کی زندگیاں بدل جایا کرتی ہیں ...تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک مقصد کی طرف ہزار راہوں سے آتے ہیں جس کو قرآن ''تصریف آیات'' کہتا ہے... اگر داعی ایک ہی راہ سے اور ایک ہی رنگ میں آئے گا تو وہ اپنے مقصد میں بھی ناکام ہو جائے گا۔ اسے آدمیوں کے مذاق اور طبیعتوں کے اختلاف کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ داعی کا کلام جس طرح حجت واستدلال سے مملو ہوتا ہے اسی طرح جوش اور جذبوں سے بھی لبریز ہوتا ہے۔ وہ خشک فلسفیوں کی طرح صرف عقل ہی کو خطاب نہیں کرتا بلکہ انسان کے اعلیٰ جذبات سے بھی اپیل کرتا ہے... انسان کے اندر اصلی طاقت عقل نہیں بلکہ جذبات ہیں اور یہ اس کے اعتقاد راسخ کا نتیجہ ہوتے ہیں... اس کا کلام مردہ اور بے روح نہیں بلکہ زندگی بخشنے والا ہوتا ہے۔ پانچویں خصوصیت اس کے کلام کی یک رنگی اور وحدت مقصد ہوتی ہے وہ اپنے ترکش کا ہر تیر ایک ہی نشانہ پر مارتے ہیں... ان کی ہر تحریر وتقریر میں ایک ہی صدا ملتی ہے...

غیر متعلق اور ضمنی جز کو قرآن ''وفی کل وادٍ یھیمون ''ہر وادی میں بھٹکنے سے تعبیر کرتا ہے۔ چھٹی خصوصیت انبیاء اور داعیوں کی یہ ہوتی ہے کہ ان کا کلام ہر منفی جذبات سے پاک اور خالی ہوتا ہے...مناظرانہ انداز کلام سے ہمیشہ بچتے ہیں اور ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ لفظ و معنی، طول واختصار، اندازِ بیان اور لب ولہجہ میں سننے والے کی نفسیات کا پورا خیال رکھتے ہیں۔۳؎

مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ انبیاء نے ہمیشہ معاشرے کی لیڈر شپ کو خطاب کیا ہے اور ان کی کوتاہیوں کو ہدف تنقید بنایا، ان کے رد کر دینے کے بعد انبیاء کا خطاب عام لوگوں کی طرف ہوتا ہے، اس پہلو کو انھوں نے ''انبیاء کرام پہلے کن کو مخاطب کرتے ہیں'' میں واضح کیا ہے۔ ان کے طریقہ خطابت میں اے کافرو!! اے مشرکو! کی جگہ اے انسانو! اے لوگو! یا اے اہل کتاب کا انداز ہوتا ہے، مولانا اصلاحی نے ''مخاطب کی نفسیات کا لحاظ'' کے نویں باب میں ان پہلوؤں کی طرف رہنمائی کی ہے جن کے نتیجہ میں دعوت اپنے اثرات طاری کرتی ہے اور مدعو کے ردعمل اور منفی نفسیات سے بچا جا سکتا ہے۔ انھوں نے مخاطب مدعو کی مختلف اقسام گنائی ہیں۔ انبیاء کی زندگیوں میں ان کی نمائندگی کو واضح کرتے ہوئے مخالفین، معاندین، متربّصین اور مغفلّین کی ذہنی وقلبی کیفیات اور ان کے ردعمل کو واضح کیا ہے اور دوسری جانب دعوت حق کے موافقین میں سابقین اولین، متبعین احسان، ضعفاء اور منافقین کی وضاحت کی ہے۔ کتاب کا آخری باب ''دعوت حق کے مراحل'' کی بابت ہے، جس میں دعوت، برأت وہجرت اور جنگ کے تین مرحلوں کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں ''ہر دعوت حق کو کامیابی کی آخری منزل تک پہنچنے کے لیے بالعموم تین مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ''بالعموم'' کا لفظ خاص طور پر پیش نظر رہنا چاہیے۔ دعوت حق کو کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ان تینوں مرحلوں سے گزرنا لازمی نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ عام طور پر یہ تینوں مرحلے پیش آتے ہیں۔ ورنہ جمہوریت کے زمانے میں اس بات کا بھی امکان ہے کہ صرف پہلا مرحلہ ہی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار کر دے۔۴؎

سطور بالا کے ذریعہ قاری کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مولانا اصلاحیؒ نے احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی سر بلندی کے لیے دعوت دین کو نہایت اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا ہے اور اس طرح انھوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی احیائی فکر اسلامی کو قرآن وسنت کے مضبوط دلائل سے مستحکم کیا ہے۔

تاہم مولانا امین احسن اصلاحیؒ کا یہ علمی کارنامہ دعوت دین کے کام کی قانونی حیثیت سے بحث نہیں

کرتا ہے یعنی یہ کہ ایک ماہر قانون کو اس میں موعظت اور تربیت کے ساتھ قانونی پہلو نہیں فراہم ہوتا ہے بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ احیائے اسلام کی کوشش کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک تربیتی کورس کے طور پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے ذریعہ حاکم و محکوم، عالم و عامی سب اپنی الگ الگ ذمہ داریوں اور میدانوں کے باوصف ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ حالاں کہ ضرورت تھی کہ انسانوں کے طبقات اور ان کی ذمہ داریوں کی گوناگونی میں دعوت وتبلیغ کا کورس الگ الگ واضح کیا جاتا دوسری اہم بات یہ ہے کہ انبیاء کے دعوتی کام کو کسی قدر عموم حاصل ہوگیا ہے۔ محسوس نہیں ہو پاتا کہ کیا متعدد انبیاء کی دعوتی مہمات، تقاضے اور مطالبات ان کے ساتھ مخصوص تھے یا ہر مقام اور ہر دور میں ہر عام و خاص طبقے سے یکساں مطالبہ کرتے ہیں۔ بہر کیف احیائے اسلام کے لیے مولانا اصلاحیؒ کی یہ خدمت اپنے موضوع پر گراں قدر تحفہ ہے۔

حواشی وتعلیقات

۱۔ یہ بات الگ ہے کہ ارتقائے معکوس کے نتیجے میں وہ وحدتِ ادیان کے قائل ومبلغ اور انڈین نیشنل کانگریس سے وابستہ ہوکر ملک وملت کی فلاح وترقی میں لگ گئے۔ حالیہ دنوں میں بطور خاص ''دوقومی نظریہ اور تقسیم ملک'' کے تناظر میں مولانا آزادؒ کی حکمت عملی کا مطالعہ از سرنو کیا جانے لگا ہے۔

۲۔ بعد کے عشروں میں سید مودودی کی اس کلیدی فکر سے اختلاف کرنے والوں میں مولانا منظور نعمانیؒ (و:۱۹۹۷ء)، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (و:۱۹۹۹ء)، ڈاکٹر اسرار احمدؒ (و:۲۰۱۰ء) اور مولانا وحید الدین خاں (پ: ۱۹۲۵ء) بطور خاص معروف ہیں۔ خود سید مودودی کے فکری جانشینوں نے مذکورہ علماء میں سے بعض کے علمی جوابات دیے ہیں اور یہ اختلافات بھی فکر اسلامی کی توسیع ہی ہیں۔

۳۔ دعوت دین اور اس کا طریقۂ کار، مرکزی مکتبہ اسلامی، طبع چہارم، جولائی ۱۹۷۷ء، ص:۱۱۴-۱۲۶ ملخصاً

۴۔ دعوت دین اور اس کا طریقۂ کار، مرکزی مکتبہ اسلامی، طبع چہارم، جولائی ۱۹۷۷ء، ص ۲۳۶

ضیاءالدین ملک فلاحی
شعبہ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ
۹ر جنوری ۲۰۲۰ء/۱۳ر جمادی الاول ۱۴۴۱ھ

دستور

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی

دفعہ۱: نام

اس تنظیم کا نام 'انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح' ہوگا۔

دفعہ۲: تاریخ نفاذ

اس دستور کا تاریخِ نفاذ ۱۱/ دسمبر ۲۰۰۵ء مطابق ۸/ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ ہے۔

دفعہ۳: اغراض ومقاصد

(۱) فارغینِ جامعہ کو مقاصدِ جامعہ کے حصول کے لیے منظّم کرنا۔

(۲) ان کی صلاحیتوں کو مقاصدِ جامعہ کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کی تدابیر اختیار کرنا ، اوران کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا۔

(۳) جامعہ کی تعمیر وترقی میں ذمہ دارانِ جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔

مقاصدِ جامعہ کی تشریح: (ماخوذ از دستور جامعۃ الفلاح)

ایسے افراد تیار کرنا:

(الف) جو قرآن وسنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

(ب) جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں۔

(ج) جو اسلامی اخلاق وکردار کے حامل ہوں۔

(د) جن میں احیائے دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو۔

(ہ) جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہوکر وسعتِ قلب ونظر کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح وتعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

دفعہ۴: طریقۂ کار

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے حسبِ ذیل طریقے اختیار کیے جائیں گے:

(۱) انجمن اپنے مقاصد کے حصول کے لیے نشر واشاعت کے ممکنہ معروف ذرائع اختیار کرے گی۔

(۲) انجمن اپنے جملہ امور میں اخلاقی حدود کی پابند ہوگی اور آئینی وجمہوری طریقے اختیار کرے گی۔

دفعہ۵: ممبر شپ

جامعہ کا ہر وہ فارغ جس نے عالمیت رفضیلت کی تکمیل کی ہو، انجمن کا ممبر شمار ہوگا۔

دفعہ۶: تشکیل

انجمن کی حسبِ ذیل مجالس اور عہدہ داران ہوں گے:

(۱) مجلسِ نمائندگان (۲) مجلسِ شوریٰ (۳) صدر (۴) سکریٹری (۵) خازن

دفعہ۷: مجلسِ نمائندگان

اس انجمن کی ایک مجلسِ نمائندگان ہوگی، جس کے ارکان کی تعداد کا تعین علاقائی بنیاد پر، ہر میقات کے لیے، مجلسِ شوریٰ کرے گی۔ نمائندگان کا انتخاب عام ممبرانِ انجمن کریں گے، مجلس کا کورم جملہ ارکان کا نصف ہوگا اور کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے اگر نمائندگان کا اجلاس ملتوی کرنا پڑے تو ایک ماہ کے وقفہ سے دوسرا اجلاس طلب کیا جا سکے گا۔ ملتوی شدہ اجلاس کے لیے کورم جملہ ارکانِ نمائندگان کی تعداد کا ایک تہائی ہوگا۔

فرائض واختیارات

(الف) پہلے مجلسِ شوریٰ اور پھر صدر کا انتخاب کرنا۔

(ب) حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت سے دستور میں ترمیم اور بنیادی امور سے متعلق فیصلہ کرنا۔

(ج) صدر کا استعفاء منظور کرنا یا حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت سے اسے معزول کرنا۔

(د) انجمن کی کارکردگی اور مالیاتی امور کا جائزہ لینا۔

(ہ) صدر کے استعفاء یا دستور میں ترمیم سے متعلق تجویز متعلقہ اجلاس کے ایجنڈے میں لازمی طور پر درج کرانے کا اہتمام کرنا۔

دفعہ۸: مجلسِ شوریٰ

انجمن کی ایک مجلسِ شوریٰ ہوگی، جس کے فیصلوں کا صدر پابند ہوگا۔ مجلسِ شوریٰ کا انتخاب جملہ ممبران میں سے مجلسِ نمائندگان کرے گی۔ اس مجلس کے منتخب ارکان کی تعداد/۲۱ ہوگی۔ سکریٹری اور خازن بر بنائے عہدہ اس کے ممبر ہوں گے۔

فرائض واختیارات

(الف) انجمن کی پالیسی اور پروگرام طے کرنا۔

(ب) انجمن کی سالانہ رپورٹ اور سرگرمیوں کا جائزہ لینا۔

(ج) گزشتہ بجٹ کی روشنی میں آمد وصرف کا جائزہ لینا۔

(د) سالِ آئندہ کے بجٹ کی منظوری دینا۔

(ہ) انجمن کے حسابات چیک کرنے کے لیے آڈیٹر مقرر کرنا۔

(و) سکریٹری اور خازن کے تقرر میں صدر کی سفارش کی منظوری دینا۔

(ز) تنظیمی امور کے لیے اسامیوں کی تقرری کی توثیق کرنا۔

(ح) اگر کوئی عہدہ دار یا رکنِ شوریٰ دستور کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتو اسے ایک میقات کے لیے ذمہ داری سے معطل کرنا۔

دفعہ۹: مجلسِ شوریٰ کا اجلاس

(الف) شوریٰ کا اجلاس سال میں ایک بار منعقد ہوگا۔ البتہ حسبِ ضرورت صدر، مزید اجلاس طلب کرسکتا ہے۔

(ب) ایک تہائی ارکانِ شوریٰ کے تحریری مطالبہ پر، صدر کے لیے اجلاس طلب کرنا ضروری ہوگا۔

(ج) اجلاس کا ایجنڈا مع تاریخ، کم از کم ایک ماہ قبل جاری کرنا ہوگا۔

(د) مجلسِ شوریٰ کا کورم کل ارکانِ مجلس کی تعداد کا نصف ہوگا۔ اگر کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے اجلاس ملتوی کرنا پڑے گا تو اگلے اجلاس کے لیے کورم کی شرط نہ ہوگی، البتہ ملتوی شدہ اجلاس کم از کم ۱۵/دن بعد طلب کیا جاسکے گا۔

دفعہ ۱۰: صدر

انجمن کا ایک صدر ہوگا، جس کا انتخاب جملہ ممبران میں سے مجلسِ نمائندگان کرے گی۔

فرائض و اختیارات

(الف) مقاصدِ انجمن کو بروئے کار لانے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔

(ب) مجلسِ شوریٰ کے فیصلوں کو نافذ کرنا۔

(ج) مجلسِ شوریٰ کا اجلاس طلب کرنا اور اس کی صدارت کرنا۔

(د) انجمن کے جملہ امور کی نگرانی کرنا۔

(ہ) ہر میقات میں ایک مرتبہ فارغینِ جامعہ کا عام اجلاس طلب کرنا۔

(و) کسی ممبر کو معطل کرنا اور شوریٰ کے مشورہ سے اس کا اخراج کرنا۔

(ز) انجمن کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد اور املاک کی حفاظت کرنا نیز شوریٰ کے مشورے سے خرید وفروخت یا منتقلی کا فیصلہ کرنا۔

(ح) شوریٰ کے مشورے سے انجمن کے عہدہ داران، ارکانِ شوریٰ، ارکانِ نمائندگان نیز عام ممبران کا استعفاء منظور کرنا۔

(ط) مالیات کی فراہمی کے لیے تدابیر اختیار کرنا۔

دفعہ ۱۱: سکریٹری

انجمن کا ایک سکریٹری ہوگا، جس کا تقرر، صدر کی سفارش پر، مجلسِ شوریٰ کرے گی۔

فرائض و اختیارات

(الف) انجمن کے کاموں کی نگرانی کرنا۔

(ب) انجمن کے ممبران سے ربط رکھنا۔

(ج) انجمن کی سرگرمیوں سے صدر کو باخبر کرنا۔

(د) انجمن کی سرگرمیوں کی سالانہ رپورٹ تیار کرنا اور مجلسِ شوریٰ میں پیش کرنا۔

(ہ) سالانہ بجٹ تیار کرنا اور منظوری کے لیے شوریٰ کے اجلاس میں پیش کرنا۔

(و)مالیات کی فراہمی کے لیے تدابیر اختیار کرنا۔

دفعہ۱۲: خازن

انجمن کا ایک خازن ہوگا، جس کا تقرر مجلسِ شوریٰ صدر کی سفارش پر کرے گی۔

فرائض واختیارات

(الف)انجمن کی مالیات، اَملاک اور آمدوصرف کا حساب رکھنا۔

(ب)جملہ واؤچرس کو منظوری کے لیے صدر یا سکریٹری کے سامنے پیش کرنا۔

(ج)صدر یا سکریٹری کی ہدایت پر رقم خرچ کرنا۔

(د)سالانہ آمدوصرف کا گوشوارہ، آڈٹ رپورٹ کے ساتھ، شوریٰ میں پیش کرنا۔

(ہ)مالیات کی فراہمی کے لیے تدابیر اختیار کرنا۔

دفعہ۱۳: ذرائع آمدنی

انجمن کی ذرائع آمدنی حسب ذیل ہوں گے:

(۱)ممبران کی سالانہ اعانت اور خصوصی اعانتیں۔

(۲)دیگر خیرخواہوں کے عطیات اور دیگر اعانتیں۔

(۳)اوقاف۔

دفعہ۱۴: میقات

(الف)مجلسِ نمائندگان مجلسِ شوریٰ، صدر، سکریٹری اور خازن کی مدت کارکردگی تین سال ہوگی۔

(ب)میقات کے اختتام سے قبل انتخابات کرا لیے جائیں گے، البتہ نئے انتخاب تک پرانے ذمہ داران کام کرتے رہیں گے۔

دفعہ۱۵: ذیلی یونٹیں

مرکز کے ماتحت انجمن کی ذیلی یونٹیں صدر، سکریٹری اور خازن پر مشتمل، قائم کی جائیں گی۔

دفعہ۱۶: انتخابات

(الف) مجلسِ نمائندگان، مجلسِ شوریٰ اور صدر کا انتخاب ایک انتخابی کمیٹی کے زیرِ نگرانی ہوگا، جس کا تعین مجلسِ شوریٰ کرے گی۔

(ب) کسی ممبر کو، مسلسل تین میقات تک، صدر، سکریٹری اور خازن کے عہدہ کے لیے منتخب نہیں کیا جاسکتا۔

(ج) انجمن کا کوئی ممبر بیک وقت انجمن اور جامعۃ الفلاح کے کسی عہدہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ (انجمن کے عہدوں سے مراد صدر، سکریٹری اور خازن ہوں گے، جب کہ جامعہ کے عہدوں سے مراد شیخ الجامعہ، ناظمِ جامعہ، مہتمم اور معتمدِ مال ہوں گے۔)

دفعہ ۱۷: اخراج

کسی ممبر کا اخراج، صدر انجمن، مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے، ایسی حالت میں کرے گا:

(الف) جب اس کی سرگرمیاں دستورِ انجمن کے خلاف ہوں اور انجمن اور جامعہ کے لیے ضرر رساں ہو۔

(ب) جب وہ اپنے اخلاق و کردار کے لحاظ سے انجمن کے ساتھ چلنے کے لائق نہ رہ گیا ہو۔

(ج) اخراج سے پہلے، افہام و تفہیم کے مراحل سے گزرنے کے بعد متعلقہ فرد کو وجہ بتانے کا موقع دیا جائے گا۔

دفعہ ۱۸: دستور کی تعبیر و تشریح

دستور کی تعبیر و تشریح کا حق مجلسِ شوریٰ کو ہوگا۔ کسی اختلافی صورت میں یہ کام مجلسِ نمائندگان کرے گی۔

نوٹ: (۱) اس دستور میں جہاں بھی لفظ انجمن آیا ہے، اس سے مراد انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، یوپی ہے۔

(۲) انجمن کا اصل دستور نومبر ۱۹۷۷ء میں نافذ ہوا۔ یہ دستور ۲۰۰۴ء کا نظر ثانی شدہ اور ترمیم شدہ ایڈیشن ہے۔

جملہ فلاحی برادران کے نام

برادر محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

آپ سب کے علم میں ہے کہ انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی مجلس نمائندگان کا اجلاس مورخہ ۷،۸/مارچ ۲۰۲۰ء بروز سنیچر و اتوار مادر علمی جامعۃ الفلاح میں منعقد ہونے جارہا ہے، جس میں نئی میقات ۲۰۲۰ تا ۲۰۲۳ء کے لیے ذمہ داران انجمن کا انتخاب ہونا ہے۔

مجلس نمائندگان کے اس اجلاس میں دستور انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے سلسلے میں اگر کوئی تجویز آئی تو اس سلسلے میں غور وفیصلہ بھی ہونا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی تجاویز مع دلائل مورخہ ۲۵/فروری ۲۰۲۰ء سے قبل دفتر انجمن جامعۃ الفلاح یا بذریعہ میل atq.jamiatulfalah@gmail.com یا بذریعہ وہاٹس اپ 8130959045 ارسال فرمائیں، تاکہ ان تجاویز کو مرتب کرکے مجلس شوریٰ اور مجلس نمائندگان کے اجلاس منعقدہ ۷،۸/مارچ ۲۰۲۰ء میں پیش کیا جاسکے۔

والسلام

انعام اللہ فلاحی

سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

۱۴/جنوری ۲۰۲۰ء

قرآنیاتِ حمیدالدین فراہی [قسط اول]

(ڈاکٹر عبیداللہ فہد کی تحریروں کا مطالعہ)

مولانا انیس احمد فلاحی مدنی

علامہ حمیدالدین فراہیؒ (۱۸۶۲ء-۱۹۳۰ء) خطّہ اعظم گڑھ کے اُن عظیم علماء و محققین میں سے ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی قرآن مجید پر تدبر کے لیے وقف کردی۔ تفسیر قرآن کی دونوں منہاجیات، تفسیر ماثور اور تفسیر بالرّ ائے، پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ دونوں مکاتب فکر کی خوبیوں اور نقائص سے واقف تھے۔ آپ کا یہ بھر پور احساس تھا کہ دیوان عرب پر گہری نظر کے بغیر قرآن مجید کے اسرار و رموز اور حکمتوں کی نقاب کشائی ممکن نہیں۔ مدرسہ عقلانیہ[1] کی طرح آپ نے قرآن مجید کی تفسیر و تبیین میں محض عقل پر کلّی اعتماد نہیں کیا بلکہ کلام عرب اور عقل کے ساتھ الفاظ قرآن پر اپنی تفسیر کی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی اسی مکتب فکر کے پروردہ ہیں۔ آپ کی درج ذیل کتابیں اردو داں طبقہ کو اپنے دل کش ادبی اسلوب میں فکر فراہیؒ سے روشناس کراتی ہیں:

۱- قرآن مبین کے ادبی اسالیب

۲- قرآن کریم میں نظم و مناسبت- دور اول کے علمائے ادب و بلاغت کے افکار کا مطالعہ

۳- نظم قرآن کے بعض مفسرین

۴- لمعاتِ قرآنی- تفہیم و تحقیق قرآن پر مضامین کا مجموعہ[2]

قرآنیات کے دقیق مسائل کو ڈاکٹر فہد نے بالکل سلیس اور شگفتہ زبان میں اس طرح پیش کیا ہے کہ قاری پورے مبحث کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کتابوں کو پڑھنے سے یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اگر ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے مدرسہ کی دنیا سے تدریسی تعلق رکھا ہوتا تو بلا مبالغہ تفسیر قرآن پر آپ کی تصنیف شاہ کار ہوتی۔ اس میں (سید قطب کی) فی ظلال القرآن کی ادبی چاشنی، (مولانا مودودی کی) تفہیم القرآن کی تحریکی و تحقیقی خصوصیت، (علامہ فراہی کی) نظام القرآن کا حسنِ تفسیر، (علاّمہ زمخشری کی) الکشاف کے ادبی گوشے، دونوں

مشہور منہاجیاتِ تفسیر کے درمیان حسین امتزاج، مدرسہ عقلانیہ کی مثبت خوبیاں، تفسیر کے باب میں در آئے انحرافات کا عمدہ تعاقب - سبھی کچھ موجود ہوتا۔

ڈاکٹر فہد فلاحی کی تحریروں کی روشنی میں فکر فراہیؒ کو درج ذیل عنوانات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

فہم قرآن کے لیے ادب کا مطالعہ

فہم قرآن کی بنیاد قرآن مبین کے بے مثل اور لازوال ادب پر رکھی جائے اور دورِ جاہلیت کے شعراء کی ٹکسالی عربی زبان سے اس کے شواہد پیش کیے جائیں۔ مولانا فراہی کی کتابوں التکمیل فی اصول التاویل، اسالیب القرآن اور جمہرۃ البلاغۃ کا یہی خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ ڈاکٹر فہد لکھتے ہیں:

> ''قرآن کی عظمت وجلالت اس میں نہیں ہے کہ نحو و بلاغت کے مروجہ اصولوں پر قرآن کے ادب کو پرکھا جائے کیوں کہ اس سے قرآن کی بہت سی چیزیں متاثر ہوں گی۔ بہت سے الفاظ زائد ماننے پڑیں گے۔ نحو کے بہت سے اصولوں سے انحراف لازم آئے گا اور بلاغت کے بہت سے نکتے قرآن کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ادب و بلاغت کی دنیا میں اجتہاد سے کام لیا جائے اور تقلید کے راستہ کو چھوڑ کر بلاغت کے نئے اصول وضع کیے جائیں جن کی بنیاد قرآن کا بے مثل اور لازوال ادب ہو اور تائید میں امرؤالقیس، عمرو بن کلثوم اور قس بن ساعدہ کی ٹکسالی عربی زبان ہو۔ اگر اس طرز پر کام کیا جائے تو بلاغت کی دنیا میں ایک انقلاب آئے گا اور بہت سے پرانے اصول اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہوں گے۔ حریری و متنبّی کی جگہ دورِ جاہلیت کا شہ پارہ بنیاد کا کام دے گا اور قرآن کا الہامی ادب اور زیادہ نکھر کر قارئین کے سامنے آسکے گا''۔[۳]

ڈاکٹر فہد کا اصرار ہے کہ قرآن کی تلمیحات و اشارات، تعریضات و کنایات کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جسے سمجھنے کے لیے دورِ جاہلیت کے معروف و منکر، وہاں کی معاشرتی زندگی اور اس کے خیر و شر کے پیمانے، سماجی تمدن و سیاسی نظریات، وہاں کی دلچسپیاں اور مشاغل اور اُن کی مذہبی رسوم و روایات کو اُن کے لٹریچر کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ اسی لیے مولانا فراہی کو دورِ جاہلیت کے شعری و نثری سرمایہ سے کافی دلچسپی تھی اور اپنی تفسیر میں اس سے اکثر استدلال کرتے تھے۔ ڈاکٹر فہد نے توضیح مطلب کے لیے سورۂ تحریم کی آیت ۴ کی تفسیر فراہی کا حوالہ دیا ہے۔[۴] اس آیت میں ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ سے متعلق ایک مخصوص واقعہ کا بیان ہے۔ قرآن نے ان دونوں ازواج مطہرات پر تبصرہ کیا:

إِن تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا (تحریم:۴)

(اگر تم دونوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا ہے (تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے) کیوں کہ تمہارے دل کج ہو چکے ہیں۔)

لفظ صغو کی تحقیق

ڈاکٹر فہد کہتے ہیں کہ اس آیت میں مفسرین نے عام طور سے صغو کے معنی منحرف ہونا، کج ہونا، حق سے منھ موڑنا اور نافرمانی کرنا کے بیان کیے ہیں۔ مگر مولانا فراہی نے صغت کی تشریح انابت قلوبکما ومالت الی اللہ کے الفاظ سے کی ہے۔ اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا:

اگر تم دونوں نے اللہ سے رجوع کیا ہے (تو یہ تمہارے کردار کے عین مطابق ہے) تمہارے دل اللہ اور اس کے رسول کی طرف پہلے سے جھکے ہوئے ہیں۔

مولانا فراہی نے لفظ صغو کی تحقیق کی ہے۔ اس کے تمام مشتقات میں اس مفہوم کی موجودگی سے استدلال کیا ہے اور کلام عرب سے بطور دلیل اشعار نقل کیے ہیں۔

تری السفیہ بہ عن کل مکرمةٍ
زیغ وفیہ الی التسفیہ اصغاءٌ

نادان انسان کی خصوصیت ہے کہ وہ عزو شرف کی ہر بات سے منھ موڑتا ہے اور کم عقلی اور سفلہ پن کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

مشہور شاعر ذوالرمّہ اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے:

تصغی اذا شدھا بالکور جانحةً
حتی اذا ما استوی فی غرزھا تثبُ

جب وہ اس پر کجاوہ کستا ہے تو وہ گردن موڑ کر کان لگاتی ہے
یہاں تک کہ جب وہ اس کے رکاب میں پاؤں رکھ دیتا ہے تو وہ اچھل کے چل پڑتی ہے۔

ایک اور جاہلی شاعر اعشیٰ اونٹنی کی آنکھ کے بارے میں منظر کشی کرتا ہے:

تریٰ عینھا صغواء فی جنب موقعھاً
تراقب کفی والقطیع المحرّماٌ

اُس کی آنکھ گوشۂ چشم کی طرف جھکی ہوئی ہوتی ہے اور وہ میری ہتھیلی اور مضبوط بٹے ہوئے کوڑے کو دیکھتی ہے۔ ۵

نظم سے واقفیت فہم قرآن کی اساس

نظام القرآن (تناسب اور ربطِ آیات) سے آگہی فہم قرآن کی شاہ کلید اور اساس ہے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا خاتمہ اور قرآن مجید کی حکمتوں تک رسائی ممکن نہیں۔ نظم و ربط آیات کے ذریعہ ایسا سررشتہ ہاتھ آجاتا ہے جس سے مفاہیم قرآن کے سربستہ راز کھل جاتے ہیں۔ معارف وحقائق کے نئے نئے نکات سامنے آتے ہیں۔ اعجاز قرآن کے نت نئے گوشوں سے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے اور ہدایت ورحمت کا قرآنی مقصد پوری طرح حاصل ہوتا نظر آتا ہے۔ ۶

ڈاکٹر فہد نے اس نکتہ کی وضاحت کے لیے سورۂ نور آیت ۶۳ کا مفصل مطالعہ پیش کیا ہے۔ مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں مختلف اور باہم متصادم اقوال نقل کیے ہیں۔ مولانا فراہی نے نظمِ کلام کی روشنی میں جب اس آیت پر غور کیا۔ سیاق وسباق کی آیات پر تدبر اور ان سے زیر بحث آیت کے ربط پر ٹھہر کر تفکر کیا اور سورہ کے مرکزی مضمون سے اس کا رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی تو تاویل کی کثرت وحدت میں بدل گئی۔ تضاد بیانی ختم ہوگئی اور ایک ہی تاویل پر اُن کے دل کو اطمینان ہو گیا۔ ۷

اللہ کا فرمان ہے:

> لَا تَجْعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم بَعْضاً قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذاً فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
>
> (مسلمانو، اپنے درمیان رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں ایسے ہیں کہ ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے چپکے سے سٹک جاتے ہیں۔ رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے۔)

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء) نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں: پہلے قول کا مدعا یہ ہے کہ جب رسول تمہیں بلائے یا کسی بات کا حکم دے تو اُس کی پکار اور اُس کے حکم کو آپس کی پکار اور حکم

نہ سمجھو کیوں کہ اُس کی پکاراور اُس کا حکم لازم اور واجب بن جاتا ہے۔ اس مفہوم کی تائید بعد کے ٹکڑے سے ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں سے ہوشیار رہو جو رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ مشہور ماہر نحو محمد بن یزید المبرّد (تقریباً ۸۲۶-۸۹۸ھ) اور القفّال جیسے لغوی نے یہی مفہوم اختیار کیا ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی نے اس آیت کا ایک دوسرا مفہوم بتایا ہے کہ رسول کو اُن الفاظ و اسالیب کے ساتھ نہ پکارو جن سے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یا محمد، یا ابا القاسم جیسے الفاظ سے رسول کو مخاطب نہ بناؤ بلکہ ادب اور شانِ نبوت کے حسبِ حال اے نبی، اے اللہ کے رسول جیسے الفاظ سے خطاب کرو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ رسول کو آواز دیتے وقت نرمی، پستی اور آہستگی کو ملحوظ رکھو۔ بلند آواز سے اور درشتگی کے ساتھ اسے نہ پکارو۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہی قول منقول ہے۔ اس مفہوم کی تائید درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

> (اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسولِ خدا کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے۔)
> (الحجرات:۲،۳)

اس آیت کا چوتھا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری حرکتوں اور خلافِ ادب اعمال سے رسول ناراض ہو جائے تو اُس کی بددعا سے بچو۔ اپنے کسی عمل یا حرکت سے اُسے ناراض کر کے اُس کی بددعا کو دعوت نہ دو کیوں کہ اُس کی بددعا قبول ہو جاتی ہے۔ امام رازی نے آیت کے پہلے مفہوم کو اقرب الی الحق قرار دیا ہے۔

آدابِ مجلس رسالت

مولانا حمیدالدین فراہی نے امام رازی کے نقل کردہ چاروں اقوال سے بحث کرنے کے بعد آیت کا صحیح مفہوم یہ بتایا ہے کہ جب رسول تمہیں بُلائے تو اپنی پسند و ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر اُس کی دعوت پر لبیک کہو۔ اُس کی بات سنو اور اطاعت کرو اور رسول نے جس معاملہ کے فیصلہ کے لیے تمہیں بلایا ہے اس بارے میں اُس کا فیصلہ سننے سے پہلے اٹھ کر نہ جاؤ کیوں کہ یہ اُس کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ مولانا فراہی کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ القفّال اور المبرد نے یہی مفہوم سمجھا ہو لیکن امام رازی کے ادراک میں نہ آ سکا ہو۔ پورے سیاق کلام اور نظم کی رعایت میں یہی مفہوم صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اسی سورۂ نور میں ذرا پہلے درج ذیل آیات موجود ہیں جن سے

اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے:

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسولؐ پر اور ہم نے اطاعت قبول کی، مگر اس کے بعد اُن میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول کی طرف، تاکہ رسول ان کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے۔ البتہ اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو رسول کے پاس بڑے اطاعت کیش بن کر آجاتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں کو (منافقت کا) روگ لگا ہوا ہے؟ یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔ ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، جو اللہ اور رسولؐ کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔''

(النور: ۴۷-۵۲) ۸

تدوینِ علوم کی تاسیس

علوم وفنون کی تدوین قرآن کی روشنی میں ہو، یہ بھی فکرِ فراہی کا ایک اہم نکتہ ہے۔ ڈاکٹر فہد نے اس سیاق میں علامہ حمید الدین فراہی کی کوششوں کا تعارف کرایا ہے۔ مولانا فراہی نے شعر وادب کی دنیا میں قدم رکھا تو قومی حادثات اور ملی سانحوں کو موضوع بحث بنایا۔ آپ کی تصنیفات القائد الی عیون العقائد، حُجج القرآن، فقہ القرآن، اوصاف القرآن، کتاب العقل و مافوق العقل، الازمان والادیان، احکام الاصول باحکام الرسول، الاکلیل فی شرح الانجیل، رسالۃ فی اصلاح الناس، الرائع فی اصول الشرائع اور تاریخ القرآن میں کچھ نامکمل ہیں۔ کچھ مسودہ کی شکل میں ہیں۔ بعض کے عنوانات ہیں مگر مصنف انھیں تحریر نہ کر سکے تاہم ان تصنیفات میں فکر وفلسفہ ہے۔ نظریاتی اور اصولی بحثیں ہیں۔

جمہرۃ البلاغۃ، کتاب الامثال اور اسباق النحو جیسی کتابوں سے مولانا فراہی کا ادبی تبحر جھلکتا ہے۔ یہ بلاغت اور انشاء پردازی کا نمونہ ہیں۔ مفردات القرآن کی نادر تحقیقات نے فہم قرآن کی راہ ہموار کی ہے۔ اسالیب القرآن، التکمیل فی اصول التاویل، الامعان فی اقسام القرآن، فاتحہ نظام القرآن اور دلائل النظام کے نوادرات نے مصنف کو امتیازی مقام عطا کیا ہے۔۹ [جاری ہے]

حواشی ومراجع

١۔ مکتبہ عقلانیہ سے مراد دور جدید کا وہ ادبی ومعاشرتی اسلوب تفسیر ہے جس پر تعقل غالب ہے۔ غلام احمد حریری نے اس مکتب تفسیر کے نمائندہ مفسرین میں عالم عرب سے شیخ محمد عبدہ، سید محمد رشید رضا اور شیخ محمد مصطفیٰ المراغی کو شمار کیا ہے۔ دیکھیے اُن کی کتاب ''تاریخ مفسرین، تاج کمپنی دہلی، ۱۹۸۵ء، فصل ہشتم، عصر حاضر میں تفسیر کا ادبی واجتماعی اسلوب، ص: ٦٧٦-٣٢٧

٢۔ پروفیسر عبیداللہ فہد فلاحی نے اپنی دیگر تصانیف میں بھی مولانا حمیدالدین فراہی کی شخصیت اور افکار کو موضوع بحث بنایا ہے۔ عمومی تعارف کے لیے دیکھیے: (الف) تاریخ دعوت وجہاد برصغیر کے تناظر میں، ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی، اشاعت دوم ۱۹۹٦ء، ص: ۲۵۷-۲٦۵، علوم وفنون کی تشکیل جدید کے ضمن میں مولانا فراہی کی خدمات پر درج ذیل مضمون پڑھیے: (ب) کتاب ذکر وفکر، قرآن پاک پر مقالات کا انتخاب، القلم پبلی کیشنز، کشمیر، جنوری ۲۰۱۴ء، باب ہفتم، تحریک اسلام کاری اور قرآن مجید، مولانا فراہی کی قرآنی خدمات، ص: ۱٦۹-۱۸۲

(ج) مولانا فراہی کے نظریہ اعجاز القرآن پر پروفیسر فہد فلاحی کی انگریزی کتاب کا مطالعہ مفید رہے گا: Supernaturalism of the Quran - Historical Development of the Ideology of Iijaz al-Quran, Publication Division, Aligarh Muslim University, 2018, pp. 91-96

٣۔ فلاحی، عبیداللہ فہد، قرآن مبین کے ادبی اسالیب، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، اگست ۲۰۰۰ء، ص: ۱۹

٤۔ فلاحی، عبیداللہ فہد، لمعاتِ قرآن- تفہیم وتحقیق قرآن پر مضامین کا مجموعہ، ادارہ علمیہ جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ، ۲۰۱۹ء، ۸۵-۸۷

٥۔ فراہی، عبدالحمید، تفسیر نظام القرآن، اردو ترجمہ امین احسن اصلاحی، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

٦۔ فلاحی، عبیداللہ فہد، نظم قرآن کے بعض مفسرین، پبلی کیشن ڈویژن علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۱۷ء، ص: ۲۲۱-۲۲۲

٧۔ نفس مصدر، ص: ۱۵۱-۱۵۴

٨۔ فراہی حمیدالدین، دلائل النظام، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۳۸۸ھ، طبع اول، ص: ۴۱-۴۲ (افادات)

٩۔ نظم قرآن کے بعض مفسرین، حوالہ بالا، ص: ۱۴۲-۱۴۳

بنام ممبران مجلس شوریٰ انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

برادر محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی رواں میقات کا یہ آخری سال ہے۔ ۷،۸ مارچ ۲۰۲۰ء کو نومنتخب ممبران نمائندگان کا اجلاس ہونا ہے۔

اجلاس نمائندگان سے پہلے انجمن کی شوریٰ کا اجلاس بھی ہونا طے ہے۔ جس میں آپ سے شرکت کی گزارش کی جاتی ہے۔

ایجنڈا حسب ذیل ہے:

۱۔ تذکیر مولانا اسماعیل فلاحی صاحب

۲۔ افتتاحی کلمات صدر انجمن مشرف حسین صدیقی صاحب

۳۔ سابقہ روداد کی خواندگی۔

۴۔ سالانہ رپورٹ۔

۵۔ بیلنس شیٹ وآڈٹ رپورٹ خازن

۶۔ دستوری ترامیم کے لیے تجاویز پر غور۔

۷۔ دیگر امور باجازت صدر

نوٹ: شوریٰ کا اجلاس ۷ مارچ ۲۰۲۰ء کو جامعۃ الفلاح میں ہوگا، یہ اجلاس نماز ظہر کے بعد شروع ہوگا اور مغرب تک جاری رہ سکتا ہے۔

والسلام

انعام اللہ فلاحی

سکریٹری انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح

۱۴ / جنوری ۲۰۲۰

قرآن کریم کا قانونِ میراث

عبدالحی اثری

قرآنِ کریم نے جہاں دیگر احکام ومسائل سے کہیں تفصیلاً اور کہیں اجمالاً گفتگو کی ہے وہیں میراث سے متعلق بھی احکام ومسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔علی الخصوص عورتوں کی میراث سے متعلق قرآن کریم میں بڑی تاکید آئی ہے۔

میراث کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے چھوڑے ہوئے مال کو کہتے ہیں،خواہ وہ مال منقولہ، غیر منقولہ،نقد یا جنس کی شکل میں ہو۔اس مال میں سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین پر خرچ کیا جائے گا،اس کے بعد میت پر اگر کوئی واجب الادا قرض ہوتو وہ ادا کیا جائے گا۔اس کے بعد میت کی وصیت پوری کی جائے گی پھر جو کچھ مال بچے گا وہ سب ورثا میں تقسیم کیا جائے گا اور اگر میت کا کوئی وارث نہ ہوتو بیت المال میں جمع ہوگا اور اگر بیت المال کا بھی کوئی نظم نہ ہوتو غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔میت کے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق قرآن مجید کا قانون یہ ہے۔ یہ مال اس کے والدین،اس کی اولاد،اس کی بیوی یا شوہر اور قریبی رشتہ داروں میں ایک مقرر نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضا(النسآء:۷)

”مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔ اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو،خواہ تھوڑا ہو یا بہت،اور یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔“

اس آیت سے وراثت کے سلسلے میں کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) میراث میں صرف مردوں کا حصہ نہیں بلکہ عورتوں کا بھی حصہ ہے، جو لوگ عورتوں کو میراث میں

حصہ نہیں دیتے وہ اللہ کے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

(۲) میراث کی تقسیم ضروری ہے، خواہ مال کتنا ہی کم ہو۔

(۳) میراث کا استحقاق اس وقت ہوتا ہے جب کوئی آدمی مرجائے اور مال چھوڑے، زندگی ہی میں جائداد تقسیم کرنا مناسب نہیں ہے۔

(۴) میراث کے اصل حق دار میت کے قریبی رشتہ دار ہیں۔

قرآن وحدیث میں جن کو میت کا وارث قرار دیا گیا ہے ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ رشتے دار جن کے حصے قرآن میں متعین کر دیے گئے ہیں۔

(۲) قرآن وحدیث میں کچھ لوگوں کو وارث قرار دیا گیا ہے مگر ان کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ ان میں ددھیالی رشتہ دار آتے ہیں بشرطیکہ ان کے اور میت کے درمیان رشتہ میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔

(۳) وہ رشتہ دار جن کے اور میت کے درمیان کسی عورت کے واسطہ سے رشتہ ہو۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص رشتے کے اعتبار سے وارث ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر پھر بھی وہ میراث میں حصہ پانے سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ چار طرح کے لوگ ہیں:

(۱) غلام

(۲) مورث کا قاتل

(۳) وارث اور مورث میں دین کا اختلاف ہو۔

(۴) وارث اور مورث میں اختلافِ والدین ہو۔ ایک دارالاسلام میں رہتا ہو اور دوسرا دارالحرب میں رہتا ہو۔

وارثوں کے جو حصے قرآن مجید نے مقرر کیے ہیں ان کی تفصیلات اس طرح ہے:

> ''تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اگر میت کی وارث دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے اور ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے۔ اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے۔ اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی

حق دار ہوگی۔'' (النساء:١١)

''اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا حصہ تمھیں ملے گا، اگر وہ بے اولاد ہوں ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے، جب کہ وصیت جو انھوں نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو انھوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا جائے۔ اور وہ (بیویاں) تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو، ورنہ صاحبِ اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا..... اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ ہوں، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو کل ترکہ کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہوں گے۔'' (النساء:١٢)

''کہو، اللہ تمھیں فتویٰ دیتا ہے کہ کلالہ کے سلسلے میں اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکے میں سے نصف پائے گی اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا۔ اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حق دار ہوں گی۔ اور اگر کئی بھائی بہن ہوں تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔'' (النساء:١٧٦)

وراثت کے احکام بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور ان باغوں میں ہمیشہ رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کر جائے گا اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔'' (النساء:١٣-١٤)

ان آیات کی روشنی میں قانونِ وراثت کے سلسلے میں مسلمان جو خلاف ورزیاں اور نافرمانیاں کرتے ہیں اسے اللہ سے بغاوت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں عورتوں کو مستقل طور سے میراث سے محروم کر دیا گیا ہے اور اگر میراث میں حصہ دے دیا تو اس سے ہمیشہ کے لیے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں۔ کہیں صرف بڑا بیٹا میراث کا حق دار سمجھا جاتا ہے یا وہ خود اس پر قبضہ کر لیتا ہے اور چھوٹے بھائیوں کو محروم کر دیتا

ہے۔اسی طرح کہیں میراث تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ مشترکہ خاندانی جائداد کے طور پر باقی رہتی ہے اور انتہا تو یہ ہے کہ بعض لوگ میراث کی تقسیم کے ڈر سے اپنی بیٹیوں کی شادی قرآن مجید کے ساتھ کر دیتے ہیں تا کہ خاندانی دولت ایک ہی جگہ مرتکز رہے۔

حقیقی وارثوں کے علاوہ قرآن مجید نے ان غریب و مسکین اور یتیم رشتہ داروں کو مدد کا مستحق سمجھا ہے جن کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں:

''اور جب تقسیم کے موقع پر رشتے دار، یتیم اور مسکین لوگ آئیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی طرح بات کرو۔'' (النساء:۸)

قانونِ میراث کے ساتھ قرآن کریم آدمی کو یہ حکم بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے مال کے بارے میں کوئی وصیت کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''تم پر لکھ دیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ کافی مال چھوڑ رہا ہے تو والدین اور رشتے داروں کے لیے جائز طریقے پر وصیت کر دے، یہ حق ہے پرہیزگاروں پر۔'' (البقرۃ:۱۸)

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ خاندان میں کوئی شخص مدد کا زیادہ مستحق ہے اور وہ اس شخص کے بارے میں اپنے ترکے میں سے کچھ حصہ وصیت کر دے۔اسی طرح ایک آدمی کے پاس مال و دولت کی زیادتی ہے تو وہ اپنے مال و دولت کو رفاہ عام کے کاموں کے لیے وصیت کر سکتا ہے۔

قانون وراثت کے سلسلے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اللہ کے رسولؐ نے وصیت میں ضرر رسانی سے منع فرمایا ہے۔مرنے والا ایسی وصیت کر جائے جس سے مستحق رشتے داروں کے حقوق تلف ہوتے ہوں۔اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے:

''مرد اور عورت ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں مگر جب ان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو وصیت کے ذریعے وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔لہٰذا ان کے لیے دوزخ ضروری ہو جاتی ہے۔'' (ترمذی)

قرآن کریم کی نشر واشاعت عہد بہ عہد

نسیم مجیدی فلاحی

قرآن کتابِ ہدایت اور نسخۂ کیمیا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمے داری خود خالق کائنات نے لی ہے۔ اس کے آجانے کے بعد تمام صحف آسمانی منسوخ ہوگئیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ نے لکھا ہے: ''واقعہ یہ ہے کہ قرآن تمام آسمانی کتابوں کے ساتھ اپنی نسبت کا مدعی ہے یعنی پچھلی ساری آسمانی کتابوں کا اپنے آپ کو وہ آخری اور مکمل ترین ایڈیشن قرار دیتا ہے اور قوموں کے پاس کتاب کے جو پرانے مشتبہ اور مشکوک یا ناقص و غیر مکمل نسخے رہ گئے ہیں، ان کے متعلق اس کا صرف یہ مطالبہ ہے کہ اس جدید ترین اور کامل ایڈیشن سے مقابلہ کر کے قومیں اپنی موروثی کتابوں کی تصحیح کرلیں، یہی اور صرف یہی ایک مطالبہ قرآن نے دنیا کی قوموں کے سامنے پیش کیا۔''

حضور ﷺ پر جب وحی کا نزول ہوتا، تو جو لکھنا جانتے تھے، ان میں سے کسی کو آپ طلب فرماتے اور کہتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں لکھو، جس میں فلاں باتیں یا آیتیں ہیں۔ کاتبینِ قرآن کی تعداد ۴۲ بتائی جاتی ہے۔ اتنے کاتبوں کو مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر اس وقت ایک نہ ملے تو دوسرا اس کام کو انجام دے۔ حضرت حنظلہ بن ربیعؓ رسول اللہ ﷺ کے تمام کاتبوں کے خلیفہ اور نائب تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے خطباتِ بہاولپور میں ''تاریخ قرآنِ مجید'' پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''قرآن مجید کی تبلیغ و اشاعت کے متعلق قدیم ترین ذکر ابنِ اسحاق کی کتاب المغازی میں ملتا ہے۔ یہ کتاب ضائع ہوگئی تھی، لیکن اس کے بعض ٹکڑے حال ہی میں ملے ہیں۔ اور حکومت مراکش نے ان کو شائع بھی کیا ہے۔ اس میں ایک بہت دلچسپ روایت ہے، جسے ابنِ ہشام نے اپنی سیرۃ النبیؐ میں معلوم نہیں کس بنا پر یا سہواً چھوڑ دیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: ''جب کبھی رسول اللہ ﷺ پر قرآن مجید کی کوئی عبارت نازل ہوتی، تو آپ سب سے پہلے اسے مردوں کی جماعت میں تلاوت فرماتے پھر اس کے بعد اسی عبارت کو عورتوں کی خصوصی محفل میں سناتے۔''

یہ آیاتِ مقدسہ کبھی ہرن کی جھلیوں، کبھی اونٹ کی ہڈیوں اور کبھی کبھی کھجور کے پتوں پر لکھی جاتیں۔ بعض

صحابہ کرامؓ اس کو اپنے طور پر بھی لکھنے کا التزام کرتے تھے۔عرب بلا کے ذہین تھے۔ان کے حافظے سے متعلق ایسے ایسے واقعات ملتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔قرآنِ مجید کو بھی یاد کرنے کا اہتمام ابتدائی دور ہی سے کیا گیا۔سورتوں کے نام اور آیات کی ترتیب آپؐ اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں فرما گئے تھے اور مکمل قرآن آپ کی زندگی ہی میں لکھا بھی جا چکا تھا۔حضرت زید بن ثابت انصاریؓ،عبداللہ بن مسعودؓ،حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ،حضرت عثمانؓ،حضرت علیؓ،حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اور اکثر اصحاب صفہ پورے قرآن کے حافظ تھے۔

بئر معونہ کا جو المناک واقعہ پیش آیا،اس میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد ۷۰ تھی،اور یہ سب کے سب حافظِ قرآن تھے۔حضرت مصعب بن عمیرؓ کو آپ نے مدینہ والوں کی تعلیم کے لیے بھیجا۔آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے متعلق مجھے جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں دو مرتبہ سناؤں تا کہ کوئی غلطی ہو تو وہ باقی نہ رہے۔چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کے وصال سے چند ماہ قبل،جو رمضان آیا تو آپ نے پورا قرآن مجید لوگوں کو دو مرتبہ سنایا۔آپؐ دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ مسلم معاشرے میں قرآن کی تعلیم پھیل چکی تھی اور لوگ نہ صرف قرآن کی تلاوت کر رہے تھے بلکہ عملاً قرآن ان کی زندگی میں رچا بسا ہوا تھا۔

عہدِ صدیقی

حضورﷺ کی وفات کے فوراً بعد مسیلمہ نامی ایک شخص نہ صرف یہ کہ مرتد ہوا بلکہ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا جسے تاریخ کی کتابوں میں مسیلمہ کذاب کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کے زیرِ اثر بہت سے لوگ آ گئے۔اس فتنے سے نمٹنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو فوج بھیجی،اس کو سخت مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا۔بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور ان شہداء میں وہ لوگ بھی تھے،جو قرآن کے بہترین حافظ سمجھے جاتے تھے۔ان کی تعداد ۷۰۰ کے قریب بتائی جاتی ہے۔حضرت عمرؓ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ حفاظ کرام اگر اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآنِ مجید کے لیے بھی وہی دشواری پیش آئے گی،جو سابق انبیاء علیہ السلام کی کتابوں کے سلسلے میں پیش آئی تھی۔چنانچہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! قرآن کے تحفظ پر توجہ فرمائیے۔حضرت ابوبکرؓ نے معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مدینے میں اعلان کرا دیا کہ جس شخص کے پاس بھی قرآن کا کوئی حصہ تحریری صورت میں موجود ہو اور وہ حضورؐ کے سامنے پیش ہو چکا ہو وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس جمع کرے۔چنانچہ بڑی عرق ریزی،دقت نظر اور تمام

امکانات کو بروئے کار لاتے ہوئے پورے قرآن کو ایک جلد میں جمع کرا دیا گیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکرؓ کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآن پاک لکھا۔ یہ قرآنِ پاک خطِ حیریٰ میں لکھا گیا۔ اسی نسخہ کو ''ام'' کہتے ہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہیں تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن پاک موجود نہ ہوں۔

عہدِ عثمانی

دورِ فاروقی اور پھر عہدِ عثمانی میں اسلامی سلطنت بہت وسیع ہوگئی اور اسلام عرب سے نکل کر عجم تک پہنچ گیا۔ اسلام کی آغوش میں ایسے لوگ آئے، جن کی زبان عربی نہیں تھی، چنانچہ تلفظ کے اختلافات سامنے آئے۔ ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ ہذیل کے لوگ ''حتی حین ''کو عتی عین' 'پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تعلمون ''ت'' کو زیر کے ساتھ، اسدی یعنی بنو اسد والے تلفظ کرتے ہیں۔ اسی طرح تمیمی اہمال سے کام لیتا ہے قریشی یہ نہیں کرتا۔ قتیبہ کے اس بیان سے جو صورتِ حال پیدا ہوگئی تھی اس کی وضاحت ہو رہی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے بروقت قدم اٹھا کر اس کے تدارک کی کوشش کی۔

ڈاکٹر صبحی صالح اپنی تصنیف ''علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعد بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو مامور کیا کہ وہ صحیفوں سے نقل کر کے قرآن کریم کی کو کتابی صورت میں جمع کر دیں۔ جب وہ تعمیلِ ارشاد کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے جمع کردہ قرآن کے ۷ نسخے تحریر کرا کے مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین ارسال کر دیے اور جدل ونزاع کے استیصال کے لیے آپ نے مناسب سمجھا کہ لوگوں کے پاس قرآن کریم کے، جو ذاتی اور عمومی نسخے تھے، ان کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ عہدِ عثمانی تک جس قدر قرآن لکھے گئے وہ سب خط حیریٰ میں تھے۔

عہدِ علوی

حضرت علیؓ کے ندیم خاص ابوالاسود الدولی کے بارے میں مشہور ہے کہ انھوں نے حضرت علیؓ کے حکم سے نحو کے چند مسائل مرتب کیے تھے۔ ایک بار ایک قاری کو ابوالاسود نے سورۂ توبہ کی آیت ان اللّٰہ بری من المشکرین و رسولہ میں رسولہ کے لام کو زیر کے ساتھ پڑھتے سنا۔ یہ سن کر وہ بہت ناراض ہوئے۔ بصرہ کے والی زیاد نے ان سے فرمائش کی تھی کہ وہ قرآن پر ایسی علامات لگا دیں، جس سے لوگ قرآن کو پہچان سکیں۔ چنانچہ ابوالاسود الدولی (۶۹ھ) نے رسمِ خط میں ترمیم اور قرآنِ شریف میں اعراب بھی لگائے۔

عہد بنوامیہ اور عباسیہ

عہدِ بنوامیہ اور عہد عباسیہ میں قرآن کریم کی نشر واشاعت بڑے پیمانے پر ہوئی اور بطورِ خاص قرآن کی تحسین وتجمیل پر توجہ دی گئی۔ قطبہ نے جو کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے کے کاتب تھے، قرآن کو آبِ زر سے لکھا۔ ولید بن عبدالملک کے عہد میں خالد بن ابی الہیاج خطِ کوفی کے مصلح مانے جاتے تھے، انھوں نے سورۃ الشمس کو مسجد نبوی پر آبِ زر سے لکھا۔ ابن مقلد نے، جن کا تعلق عہدِ عباسیہ سے ہے فنِ خطاطی میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ خطِ نسخ انہی کی ایجاد ہے۔ یہ خط اتنا مقبول ہوا کہ تمام عالم اسلام میں قرآن پاک اسی خط میں لکھے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی کے اواخر تک کاتبِ قرآن کریم خطِ کوفی میں لکھتے رہے جبکہ پانچویں صدی ہجری کے شروع میں اس کی جگہ خوبصورت اور دلکش خط نسخ میں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کاغذ کی ایجاد نے قرآن کی نشر واشاعت میں اہم کردار ادا کیا اور جب چھاپے خانے وجود میں آئے تو اس کی اشاعت میں مزید تیزی آ گئی۔ ''طباعتِ قرآن کے مختلف ادوار'' کے عنوان سے ڈاکٹر صبحی صالح نے لکھا ہے کہ البند وقیہ کے مقام پر پہلی مرتبہ قرآنِ کریم زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر معرضِ وجود میں آیا۔ ۱۷۸۷ میں مولائی عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں خالص اسلامی طباعت کے زیرِ اہتمام قرآن کریم چھپوایا۔ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں قرآن کو پتھر پر چھاپا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں ترکی کے شہر استنبول میں طباعتِ قرآن جیسے اہم کا بیڑا اٹھایا گیا۔ ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں قاہرہ میں شیخ الازہر کے زیرِ سرپرستی قرآن مجید کا حسین وجمیل نسخہ شائع کیا گیا۔ اس نسخے کو اسلامی دنیا میں بڑی شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی۔ اس کے لاکھوں نسخے ہر سال شائع کر کے اطرافِ عالم میں بھیجے جاتے تھے۔ مشرق ومغرب کے تمام علماء اس بات پر متفق تھے کہ اس نسخے کی طباعت وکتابت ہر لحاظ سے کامل اور معیاری ہے۔ ہو بہو یہی کام اب ''ادارہ ملک فہد برائے اشاعت قرآنِ کریم'' انجام دے رہا ہے۔

ادارہ ملک فہد برائے اشاعتِ قرآنِ کریم

شاہ فہدؒ نے ۱۶؍محرم ۱۴۰۳/۱۹۸۲ء کو اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ ادارہ قرآن کی اشاعت وطباعت اور پوری دنیا میں تقسیم کے لیے سب سے بڑا ادارہ سمجھا جاتا ہے، جو قرآن کی حفاظت وطباعت پر بھرپور توجہ دیتا ہے۔ قرآن کی اشاعت کے علاوہ تلاوتِ قرآن کی ریکارڈنگ اور دنیا کی بیشتر زبانوں میں قرآن کے تراجم شائع کیے جاتے ہیں۔ ۴۴ مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجمے اور تفاسیر شائع کی جا چکی ہیں۔ جن میں ۲۳ ایشیائی، ۱۰ یورپی اور ۱۱ افریقی زبانیں شامل ہیں۔ حج کے موقع پر حجاج کرام کو قرآنِ کریم کا ہدیہ اسی ادارے کی

طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ فہد مرحومؒ کا یہ بڑا کارنامہ ہے اوران کے لیے توشۂ آخرت اور ثوابِ جاریہ ہے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے لکھا ہے: ''سعودی عرب کے بڑے بڑے مکتبوں مثلاً مکتبہ حرم مکی، مکتبہ حرم نبوی، مکتبہ محمودیہ، مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مکتبہ رباط عثمان، مکتبہ عام مدینہ منورہ اور مکتبہ عام مکہ مکرمہ میں قرآن مجید کے نادر و نایاب اور قدیم ترین قلمی و خطی نسخے موجود ہیں اور ان کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ ان مخطوطوں میں پانچویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی تک کے انتہائی بیش قیمت و نایاب و نادر نسخے شامل ہیں۔''

قرآن کی نشر واشاعت برصغیر ہند و پاک میں

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد اور کتابت قرآن پاک دونوں کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ البتہ دیگر علوم وفنون کی طرح کتابتِ قرآن میں فنِ خطاطی کی تابندگی و رعنائی مغلیہ عہد میں پیدا ہوئی۔ مغل بادشاہوں اور شہزادوں نے اس عروس الفنون کی زلفیں سنواریں۔

اورنگ زیب عالم گیر ایک باکمال خطاط تھے۔ انھوں نے خطِ نسخ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ انھوں نے دو قرآنِ پاک مطلا و مذہّب تحریر فرما کر حرمین شریفین ارسال کیے۔ ان کا ایک قلمی قرآنِ پاک سلطان ٹیپو شہید کے علمی خزانے میں موجود تھا۔ یہ نسخہ اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی لائبریریوں میں قدیم اور پرانے مطابع سے شائع ہونے والے نسخے موجود ہیں۔ کلامِ الٰہی کو ظاہری حسن سے آراستہ و پیراستہ اور خوب سے خوب تر بنا کر پیش کرنے میں ملت اسلامیہ کے افراد اور اداروں نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اس لیے کہ یہ ہستیاں بھی مشیت کے نظامِ حفاظتِ قرآن ہی کی کڑیاں ہیں۔ آج دنیا کی مختلف لائبریریوں اور کتب خانوں میں قرآن پاک کے جو نادر و نایاب نسخے موجود ہیں ان سے مسلمانوں کے قرآنی ذوق وشوق کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سیارہ ڈائجسٹ نے اپنے قرآن نمبر میں پاکستان کے مشہور خطاط سید انور حسین نفیس رقم کے پاس موجود بعض نہایت نادر نسخوں کا تذکرہ کیا ہے۔

نسخہ مطبوعہ لکھنؤ

یہ نسخہ مولوی محبوب علی کے زیرِ اہتمام ۱۲۸۳ھ میں پہلی بار شائع ہوا۔ لکھنؤ کے مشہور خوش نویس منشی اشرف علی انصاری شاگرد میر بندہ علی نے اس کی کتابت کی۔ انجمن حمایت الاسلام کے مطبوعہ نسخۂ قرآن میں اس سے کافی مدد لی گئی ہے۔

نسخہ مطبع مصطفائی دہلی

یہ منشی ممتاز علی نزہت رقم کا آخری شاہکار ہے، سن تحریر ۱۳۱۲ھ ہے۔ ۱۱۴ سورتوں میں ۱۱۴ طرز پر یعنی ہر سورہ میں بسم اللہ مختلف طریقے سے لکھا گیا ہے۔ اس نسخے کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ایسا بے نظیر قرآن اب تک نہیں چھپا۔

نسخہ مطبع مجتبائی میرٹھ

۱۲۸۱ھ سنِ طباعت ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس کی تصحیح کے فرائض انجام دیے ہیں۔ تم الخیر مادہ تاریخ ہے۔

حمائل شریف مطبع مجتبائی دہلی

یہ مقبول عام قرآن کریم عبدالاحد کے زیرِ اہتمام ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوا۔ حاشیے پر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ برصغیر پاک و ہند میں بلا مبالغہ سیکڑوں اشاعتی ادارے قرآنِ کریم کی اشاعت کررہے ہیں۔ اس چھوٹے مضمون میں تفصیل کا موقع نہیں ہے، تاہم چند اُن قدیم وجدید اداروں کے کم از کم نام بتادینا ضروری ہے، جنھوں نے کسی نہ کسی شکل میں قرآن مجید کی خدمات انجام دی ہیں:

مطبع نول کشور لکھنؤ، کانپور، مطبع مجتبائی دہلی، بیت الحکمت لاہور، مطبع حیدری، مطبع نظام المشائخ، مطبع جعفریہ مدراس، مطبع عثمانی آگرہ، مطبع کریمی ممبئی، مطبع مفید عام سیالکوٹ، مطبع محمد ممبئی، نقوش پریس لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، افضل المطابع دہلی، مطبع اسلامی لاہور، محبوب المطابع دہلی، مطبع نقش بندی لاہور، مکتبہ خضر راہ سہارنپور، آزاد بک ڈپو لاہور، ادارہ تحریک تبلیغ قرآن پٹھان کوٹ، مطبع مصطفائی دہلی، انجمن حمایت اسلام اور آج جو اشاعتی ادارے قرآن کی اشاعت کررہے ہیں ان کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔ چند نام لکھے جارہے ہیں: ارشاد پبلی کیشنز، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، خورشید بک ڈپو، دارالاشاعت مصطفائی، ذیشان بک ڈپو، ربانی بک ڈپو، ریحان بک ڈپو، فانی بک ڈپو، فرید بک ڈپو، قرآن محل، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، منظور بک ڈپو، یاسین بک ڈپو، تاج کمپنی، ارشد بک ڈپو، ادارۂ اشاعتِ دینیات وغیرہ۔

قرآن کریم کے چند معروف وغیر معروف قاری

تنویر آفاقی

قرآن کریم کا ایک اعجاز اوراس کی نمایاں خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کی تلاوت کے اصول ضوابط مرتب ہوئے۔ مخارج کی ادائیگی اور قرآن کریم کو نبی اکرمؐ کی تلاوت کے مطابق ترتیل سے پڑھنے کے لیے فنِ تجوید کے نام سے علم وجود میں آیا۔ فنِ تجوید کے علاوہ قرآن کریم کو اچھے اوراس کے شایانِ شان انداز میں پڑھنے کے لیے علم یا فن قرأت ایجاد ہوا۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کو پڑھنے کا طریقہ بتایا کہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ اللہ کے رسولؐ نے قرآن پڑھنے کے سلسلے میں بہت سی ہدایات دیں۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسولؐ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ ''قرآن کو اپنی آواز کے ذریعے خوبصورت بناؤ کیوں کہ اچھی آواز قرآن کو (سننے کے لیے) اچھا بنا دیتی ہے۔'' (سنن دارمی: کتاب الفضائل) انھیں سے ایک اور حدیث اسی مفہوم سے مروی ہے کہ ''اپنی آواز سے قرآن کو زینت بخشو۔'' (دارمی) قرآن کی قرأت کے سلسلے میں آپؐ نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا جائے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ''جو شخص قرآن کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (دارمی) اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس سے قاری وسامع دونوں قرآن کے معانی ومفاہیم کا لطف پانے لگتے ہیں اور ایسی تلاوت ذکر خالق ورب کا باعث ہوتی ہے۔

قرأت عہد صحابہ میں

علم قرأت کا سرشتہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے ملتا ہے بلکہ دنیا کے پہلے قاری آپؐ ہی ہیں، جن سے براہِ راست صحابہ کرامؓ نے تلاوت وقرأت قرآن کی تعلیم اوراس کے آداب سیکھے تھے۔ صحابہ کرامؓ میں ایسے بہت سے لوگ تھے جو اپنے زمانے کے مشہور قاری تھے اور جن کی قرأت کو خود اللہ کے رسولؐ نے بہت پسند کیا

تھا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ قرآن کے بہت اچھے قاری تھے۔ان کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

من سرّه أن يقرأ القرآن رطباً كما نزل فليقرأ على قرأة ابن ام عبد.

''جوشخص قرآن کواس طرح پڑھنا چاہتا ہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد(عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرأت کے مطابق پڑھے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی قرآن کے بہترین قاری تھے۔ذہبی نے طبقات القراء میں عہدِ صحابہ کے سات مشہور قاریوں کے نام لیے ہیں،جن میں ایک حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام بھی ہے۔ان کی قرأت سن کر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ''ابوموسیٰ کو آلِ داؤد کے سروں میں سے ایک سُر عطا کیا گیا ہے۔''ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوموسیٰؓ کے متعلق فرمایا کرتے تھے،اوران کی آواز قرآن پڑھنے میں بہت اچھی تھی،کہ''ان کو آل داؤد کے سُروں میں سے ایک سُر عطا کیا گیا ہے۔''(دارمی)ابن شہاب ہی نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب حضرت ابوموسیٰؓ سے ملاقات کرتے تو فرماتے:''اے ابوموسیٰ!ہمیں ہمارا رب یاددلاؤ۔''تو وہ ان کے پاس قرآن کی تلاوت کرتے۔''(دارمی)ان دوصحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ،حضرت ابی بن کعبؓ،حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ بھی قرأتِ قرآن میں مشہور تھے۔

عہدِ تابعین

تابعین کے زمانے میں قرأت کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔اسی زمانے میں ماہرین قرأت سبعہ میں سے وہ لوگ پیدا ہوئے جو ائمہ قلم قرأت کہلائے۔سات ائمہ قرآن میں سے جن کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی وہ ابوعمرو،عاصم،حمزہ،کسائی،ابن عامراور ابن کثیر ہیں۔اسی زمانے میں علم قرأت پر کتابیں لکھنے کا کام بھی شروع ہوا۔سب سے پہلے ابوعبیدالقاسم بن سلام نے اس فن پر کتاب تصنیف کی۔

بیسویں صدی میں قرأت اور قاری

بیسویں صدی کے آتے آتے قاری قرآن کو مختلف القاب سے یاد کیا جانے لگا۔قراءقرآن کو کتاب اللہ کا سفیر،منشدین کتاب اللہ،آسمانی آواز کے منشدین(خوش الحانی سے پڑھنے والے)کے لقب سے نوازا گیا۔یہ القاب اس لیے دیے گئے کیوں کہ جب قراءحضرات اپنی خوش الحان آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے

ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ قرآن کے معانی ومفاہیم کو سامعین کے دل میں اتار رہے ہیں۔ بندے اور خالق کے درمیان رشتہ جوڑ رہے ہیں۔

بیسویں صدی میں قرأت کے میدان میں اہلِ مصر نے خاص طور سے نام پیدا کیا ہے۔ یہاں سے کئی ایسے قراء نے جنم لیا جنھوں نے اپنے فن سے پوری دنیا میں اپنا نام روشن کیا اور مسلمین وغیر مسلمین دونوں کو یکساں طور پر متاثر کیا۔ بلکہ بے شمار لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ یہاں ہم چند معروف وغیر معروف قرائے قرآن کا تعارف پیش کر رہے ہیں۔

شیخ محمد رفعت

شیخ محمد رفعت کی پیدائش ۹ رمئی ۱۸۸۲ء کو قاہرہ میں ہوئی۔ دس سال کی عمر سے پہلے ہی قرآن کا حفظ اور تجوید کی تعلیم مکمل کر لی۔ پندرہ سال کی عمر میں قاہرہ ہی کی ایک مسجد میں جمعہ کے دن تلاوت قرآن کے لیے مقرر کیے گئے۔ یہیں سے ان کی قرأت کو لوگوں نے جانا اور ان کی شہرت ہونے لگی۔ تلاوت کے وقت مسجد کا صحن اور راستے سامعین سے بھر جاتے تھے۔ تیس سال تک اس مسجد میں یہ فریضہ انجام دیا۔

شیخ نے علم قرأت کے علاوہ بعض تفاسیر کا بھی مطالعہ کیا۔ فن موسیقی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ شیخ محمد رفعت بہت پاک باز اور متقی انسان تھے۔ ان کی خدمت قرآن کے مقصد میں دنیا کمانے اور مال حاصل کرنے کا کبھی تصور نہیں کیا بلکہ وہ اس تصور ہی سے ڈرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی خیال رہتا تھا کہ کسی بھی طرح قرآن کی بے حرمتی اور اس کا تقدس مجروح نہ ہو۔ مقامی ریڈیو نے ایک بار انھیں قرأت کا پروگرام پیش کرنے کی درخواست کی۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ’’آپ کے ریڈیو پر گانے بھی آتے ہیں اور گانوں اور گویوں کی معیت میں قرآن کا وقار ختم ہو جائے گا۔‘‘ ۱۹۳۴ء میں ریڈیو مصر کا افتتاح کرنے سے پہلے جامعہ ازہر سے فتویٰ معلوم کیا کہ آیا ریڈیو پر قرآن کی تلاوت جائز ہے یا نہیں؟ جامعہ ازہر نے فتویٰ دیا کہ حلال اور جائز ہے۔ اس کے بعد وہ ریڈیو کا افتتاح اپنی قرأت سے کرنے پر راضی ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود انھیں یہ اندیشہ لگا رہتا تھا کہ ریڈیو پر قرآن کی تلاوت لوگ شراب خانوں اور تفریح گاہوں میں سنیں گے جس سے اس کی توہین ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکوتی، خوبصورت اور پُرسوز آواز سے نوازا تھا۔ وہ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو لوگ زار زار رونے لگتے تھے اور خود بھی روتے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ خوفِ خدا سے ان کی آواز کانپ رہی ہے۔ اور وہ اپنی تلاوت سے پیاسے دلوں اور بے قرار کانوں کو سیراب وآسودہ کر رہے ہیں۔ ان کی اسی

پرسوز اور دل کو چھو لینے والی تلاوت کو سن کر ایک کینیڈی افسران سے ملنے کے لیے مصر آیا اوران کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ان کو اپنے دور کا سید القراء کہا جاتا تھا۔ان کی فطرت وطبیعت میں موسیقیت رچی بسی تھی۔اسی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں نفوذ کر کے انھیں ایسا مسحور کرتے تھے کہ آج کے آرکسٹرا کیا کرسکیں گے۔ان کو صوت الشعب (آوازِ قوم) بھی کہا جاتا تھا۔ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ''احکام تلاوت کی معلومات کے لیے محمود حصری کے پاس جاؤ، آواز کی مٹھاس کے لیے قاری عبدالباسط کی تلاوت سنو، لمبے سانس کے لیے مصطفیٰ اسمٰعیل کی تلاوت سنو اور یہ ساری خوبیاں ایک ساتھ چاہئیں تو شیخ محمد رفعت کی تلاوت سنو۔''

اللہ نے انھیں جتنی بے نیاز طبیعت دی تھی اتنی ہی شہرت سے نوازا۔ان کی تلاوت سننے والوں اور معتقدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ بہت سے لوگوں نے ان کی تلاوت سن کر اسلام قبول کیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے موقع پر ہر بڑا ملک یہ چاہتا تھا کہ اس کا ریڈیو زیادہ سنا جائے۔اس کے لیے ہر ملک یہ کوشش کرتا تھا کہ اس کے ریڈیو کا افتتاح شیخ محمد رفعت اپنی تلاوت سے کریں۔ ۱۹۳۵ میں ان کو ۱۵ ہزار جنیہ کے عوض ہندوستان آنے کی دعوت دی گئی لیکن انکار کردیا۔ چنانچہ نظام حیدرآباد کے توسط سے مصری حکومت کے ذریعے سفارش کی گئی اور رقم بڑھا کر ۴۵ ہزار کردی گئی۔ یہ سن کر شیخ غصے سے چیخے اور شدت سے انکار کرتے ہوئے بولے'' مجھے مال کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ دنیا فنا ہوجانے والی ہے۔'' ان سے تلاوت ریکارڈ کرانے کے لیے کہا گیا تو یہ کہہ کر منع کر دیا کہ '' کیسٹ کو شرابی اور ناپاک ہر طرح کے لوگ ہاتھ لگائیں گے۔'' ان سے لوگوں کی عقیدت کا حال یہ تھا کہ ریڈیو مصر نے ان کی بعض شرائط ماننے سے انکار کردیا تو شائقین نے زبردست ہڑتال کردی اور دھمکی دی کہ وہ ٹیکس ادا نہیں کریں گے اور نہ ہی ریڈیو کا کوئی پروگرام سنیں گے۔ عمر کے آخری برسوں میں ان کے گلے کی رگوں پر ورم آ گیا جس کی وجہ سے ان کی آواز بند ہوگئی۔ بلڈ پریشر اور ورم جگر کی شکایات بھی پیدا ہوگئیں اور یہ امراض بتدریج شدت اختیار کرنے لگے۔ آخر کار ۹رمئی ۱۹۵۰ء کو ۶۲ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔

شیخ القراء مصطفیٰ اسماعیل

مصطفیٰ اسماعیل ۱۷رجون ۱۹۰۵ء کو میت غزال، مصر میں پیدا ہوئے۔ان کی تعلیم وتربیت کلی طور پر ان کے دادا نے کی۔ قرآن کے بعد حدیث اور تجوید کی تعلیم بھی حاصل کی۔ایک بار ان کے دادا ان کو طنطا لے کر گئے۔ وہاں مسجد میں انھوں نے اذان دی اور قرآن کی تلاوت کی۔اس وقت ان کی عمر محض ۱۶ سال تھی۔لوگوں

نے ان کی تلاوت کو بہت سراہا اور ان کے دادا کو مشورہ دیا کہ انھیں فنِ قرآت کی تعلیم دلائیں۔ چنانچہ جامعہ ازہر سے قرأت اور عالمیت کی سند حاصل کی۔ مصطفیٰ اسماعیل کو اللہ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ ان کی تلاوت سن کر لوگوں کو روحانی سرور حاصل ہوتا تھا۔ وہ قرآن کی حجت کو اپنی آواز میں سمودیتے تھے اور معانی و مفاہیم قرآن کا جلال ان کی آواز سے جھلکنے لگتا تھا۔ سننے والوں کو ان کی تلاوت سے قرآنی آیات کے فحوی کو سمجھنے میں مدد ملتی تھی اور اس سے پیدا ہونے والے خشوع پر ذہن یک سو ہو جاتا تھا۔ سامع کتاب اللہ کا دیوانہ ہو جاتا تھا اور وجد و خشوع کی کیفیت میں سامع کی زبان سے ''اللہ اللہ'' کی گردان جاری ہو جاتی تھی۔ تلاوت کے دوران جہنم کا ذکر آتا تو خود بھی روتے اور معانی و مفاہیم میں ڈوبے ہوئے سامعین بھی رو پڑتے اور جنت اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر آتا تو فرحت و انبساط کی کیفیت سے محظوظ ہوتے۔ اللہ نے ان کو یہ صلاحیت بھی دی تھی کہ وہ تلاوت کے دوران الگ الگ لہجے بدلتے رہتے تھے۔ جب قرآن کی وہ آیات تلاوت کرتے جن میں کسی واقعے کا ذکر ہے تو اپنے انداز میں تلاوت سے اس واقعے کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتے تھے۔

اپنے زمانے میں شیخ مصطفیٰ اسماعیل کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔ مصر کا بادشاہ فاروق پاشا انھیں پابندی سے اپنے محل میں تلاوت کے لیے بلاتا تھا۔ افریقہ، ترکی اور عرب کے بیشتر ممالک کا دورہ کیا اور اپنی تلاوت سے لوگوں کے ایمان کو جلا بخشی۔ مسجد اقصیٰ میں امامت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۹۴۵ء میں جامع مسجد جامعہ ازہر کے قاری مقرر ہوئے اور تیس سال تک اس عہدے پر فائز رہے۔

شیخ مصطفیٰ نے ساٹھ سال تک قرأت کے ذریعے قرآن کی خدمت کی لیکن کبھی اپنی آواز اور شہرت پر تکبر نہیں کیا بلکہ اس سے ڈرتے رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ان سے یہ صلاحیت سلب نہ کرلے۔ اس دوران انھیں بہت سے اعزازات اور انعامات سے بھی نوازا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں جمال عبدالناصر نے انھیں مصر کے عظیم ایوارڈ 'وسام عید العلم' سے نوازا۔ اسی طرح حسنی مبارک نے نشان امتیاز دیا۔ ۲۳؍ دسمبر ۱۹۷۸ء کو ۷۳ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

شیخ محمد خلیل الحصری

محمد خلیل الحصری ۱۷؍ ستمبر ۱۹۱۷ء کو مصر کے گاؤں شبرا النملۃ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا۔ جامعہ ازہر سے تکمیل تعلیم کے بعد علوم قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ بچپن میں اپنے استاد کے ساتھ مسجد میں تلاوت قرآن کے لیے جاتے تھے اس لیے بچپن ہی میں ان کی آواز اور ان کی تلاوت اتنی پسند کی

جانے لگی کہ لوگ تقریبات اور تہواروں کے مواقع پر انھیں تلاوت کے لیے بلانے لگے۔ محمد خلیل الحصری نے جامعہ ازہر سے قرأت عشرہ میں تخصص کیا۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ علم کے اعتبار سے وہ تمام قاریوں سے برتر تھے۔ فن قرأت اور اس کی باریکیوں پر ان کی زبردست نگاہ تھی۔ اس کے علاوہ علوم تفسیر و حدیث سے بھی آراستہ تھے۔ علم قرأت پر مصر کی مختلف جامعات میں لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔

۱۹۴۴ء میں پہلی بار ریڈیو سے ان کی قرأت نشر ہوئی۔ ۱۹۴۸ء میں ان کو مسجد حمزہ کے مؤذن کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ لیکن انھوں نے صرف قاری قرآن کی حیثیت میں ہی اپنے کو محدود رکھا اور مؤذن کی حیثیت سے اپنے تقرر کو قبول نہیں کیا حالانکہ اس تقرر سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا۔ محمد خلیل الحصری کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ قرأت عشرہ کے ماہر تھے اور ہر طرح کی قرأت میں انھیں کمال حاصل تھا۔ وہ رابطہ قراء عالم اسلامی کے صدر بھی رہے۔ ان کی تلاوت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی کشش رکھی تھی کہ مسلم اور غیر مسلم سب ان کی تلاوت پر کھنچے چلے آتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ افریقہ میں جب مشنری کا خطرہ پیدا ہوا اور اس کی سرگرمیاں وہاں تیزی سے اثر انداز ہونے لگیں تو انھوں نے اپنی آواز میں قرآن کی تلاوت کے کیسٹ تیار کیے۔ اس طرح سے وہ پہلے قاری تھے جنھوں نے اپنی آواز میں مکمل قرآن ریکارڈ کرایا اور قرأت کی مختلف روایات مثلاً حفص، ورش، قالون، الدوری اور بصری میں اپنی قرأت ریکارڈ کرائی۔

محمد خلیل الحصری نے مختلف ممالک کے دورے کیے۔ ۱۹۶۰ء میں ہندوستان آئے اور پہلی اسلامی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جمال عبدالناصر اور جواہر لال نہرو بھی شریک تھے۔ ۱۹۶۵ء میں فرانس گئے جہاں ان کی قرأت سن کر اور ان کے بعض دروس سے متاثر ہو کر ۱۰ فرانسیسیوں نے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۷۷ء میں اقوامِ متحدہ کی عمارت میں قرأت کی جہاں عربی و اسلامی ممالک کے وفود آئے ہوئے تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے امریکہ کے وہائٹ ہاؤس میں ۱۹۷۳ء میں جمی کارٹر کی دعوت پر قرآن کی تلاوت کی جس کے نتیجے میں ۱۸/امریکی مرد اور عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ ۱۹۷۸ء میں برطانیہ گئے اور شاہی ہال میں اپنی قرأت سے لوگوں کے جذبات کو گرمایا۔ روس، چین، سوئزرلینڈ اور کنیڈا کے علاوہ بھی بہت سے ممالک کے دورے کیے۔ جہاں بھی جاتے ان کی بہت پذیرائی ہوتی اور لوگ ان کے دیوانے ہو جاتے تھے۔ ملیشیا کے دورے کے دوران عوام نے شدت عقیدت میں ان کی کار کو ہی اپنے کاندھوں پر اٹھالیا جس میں وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ۲۴/نومبر ۱۹۸۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

قاری عبدالباسط عبدالصمد

قاری عبدالباسط ۱۹۲۷ء کو مصر کے گاؤں ارمنت میں پیدا ہوئے۔ وہیں حفظ قرآن اور تجوید کی تکمیل کی۔ان کے دادا عبدالصمد خود بھی بہت متقی انسان، حافظ اور تجوید کے ماہر تھے اور ان کے والد محمد عبدالصمد بھی بہترین مجود تھے۔بچپن میں ہی ارمنت کے شیخ الامیر کی شاگردی اختیار کر لی۔ استاد نے بھی اس بچے کی صلاحیتوں کو پہچانتے ہوئے اس کا پرزور استقبال کیا اور اس پر خصوصی توجہ دی۔عبدالباسط نے بھی شاگردی کا حق ادا کیا اور مخارج کی ادائیگی، ٹھہراؤ اور اتار چڑھاؤ ہر چیز میں اپنے استاد کی مکمل پیروی کی۔شیخ کے پاس سے گھر آتے ہوئے شیخ محمد رفعت کی آواز میں قرآن کی تلاوت اتنے اچھے انداز میں کرتے کہ راستے میں ہر سننے والا ٹھہر جاتا۔

علم قرأت کی تعلیم کے متعلق قاری عبدالباسط کہتے ہیں: ''میں دس سال کا تھا جب میں نے قرآن حفظ کرلیا تھا جو کہ ہر وقت میری زبان پر کسی بہتے دریا کی طرح جاری رہتا تھا۔میرے والد اس وقت وزارت مواصلات میں ملازم تھے اور دادا کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد اور دادا سے درخواست کی کہ میں قرأت سیکھنا چاہتا ہوں۔دونوں نے اس جانب اشارہ کیا کہ میں طنطا چلا جاؤں اور شیخ محمد سلیم سے علوم قرآن اور قرأت کی تعلیم لوں۔لیکن اتفاق یہ ہوا کہ طنطا جانے سے ایک روز پہلے ہی معلوم ہوا کہ شیخ محمد سلیم ارمنت ہی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ اہلِ علم اور علوم قرآنی کے زبردست عالم تھے۔ اہلِ شہر نے حفظ قرآن کی ایک سوسائٹی قائم کی، جس میں وہ قرآن حفظ کراتے اور علوم قرآن اور قرأت کی تعلیم دیتے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے پورا قرآن پڑھا۔اس کے بعد میں نے سات قرأتوں کے علم پر مشتمل کتاب ''شاطبیہ'' کو حفظ کیا۔قاری عبدالباسط ابھی بارہ سال ہی کے تھے کہ شہروں اور گاؤں سے ان کے لیے دعوت نامے آنے لگے تھے۔صاحبزادیِ رسول حضرت زینبؓ کے یومِ ولادت کے موقع پر ۱۹۵۰ء میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں شیخ عبدالفتاح شعشاعی، مصطفٰی اسماعیل اور ابوالعینین شعیشع جیسے بڑے قراء تشریف لائے ہوئے تھے۔مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔کسی نے منتظمین جلسہ سے کہا کہ اس بچے کو تلاوت کا موقع دیں۔۱۰ منٹ تلاوت کرنے کی اجازت ملی۔قاری عبدالباسط نے سورۃ الاحزاب کی آیات تلاوت کیں۔تلاوت شروع ہوتے ہی مجمع پر پہلے تو سکوت طاری ہوا اور پھر اللہ اکبر، ربنا یفتح علیک (اللہ تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) کی آوازیں آنے لگیں۔سامعین کی درخواست پر وقت دس منٹ سے بڑھا

کرآدھا گھنٹہ سے بھی زیادہ کرنا پڑا۔ ان کی آواز میں غضب کی مٹھاس ہوتی تھی، جس کا طبعیت پر عجیب ہی اثر ہوتا تھا۔

۱۹۵۱ء میں ریڈیو سے منسلک ہوئے اور ریڈیو سے منسلک ہوتے ہی اچانک ریڈیو کی فروخت میں اضافہ ہونے لگا اور گھر گھر سے قاری عبدالباسط کی قرأت کی آواز آنے لگی۔ ہر شخص پوری آواز سے ریڈیو بجاتا تا کہ پڑوسی بھی قاری عبدالباسط کی قرأت سن سکیں۔

سب سے پہلا سفر سعودی عرب کا حج کی نیت سے کیا۔ سعودی عرب کے لوگوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے متعدد ریکارڈنگ کیں تا کہ ریڈیو سے نشر کی جاسکیں۔ ان میں مشہور ریکارڈنگ حرم مکی اور مسجد نبویؐ کی ہے۔ اس کے بعد بھی متعدد بار حج وقرأت کے لیے سعودی عرب آئے۔ ہندوستان کے ایک صاحبِ ثروت مسلمان نے انھیں مدعو کیا۔ اس اجتماع میں حاضرین کی تعداد دیکھ کر خود عبدالباسط بھی دنگ رہ گئے۔ تمام سامعین کی نظریں جھکیں ہوئی تھیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر قاری عبدالباسط کی آنکھوں سے بھی آنسو نہیں رک پائے۔ دنیا کے جس کونے میں مسلمان آباد ہیں وہاں عبدالباسط کو جانے کا موقع ملا۔ ایشیا، افریقہ، امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک کے سفر کیے اور وہاں کی مشہور مساجد میں قرأت کا پروگرام پیش کیا۔ خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ مسجد ابراہیمی (فلسطین) اور مسجد اموی (دمشق) میں بھی قرأت کی۔

قاری عبدالباسط دنیائے قرأت کے وہ واحد شخص ہیں جنھیں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ شہرت ملی۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی جو شہرت اور جو نام انھیں ملا وہ کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ لوگ رات رات بھر کھڑے رہ کر ان کی قرأت کا لطف لیتے تھے۔ جہاں بھی جاتے سرکاری اور غیر سرکاری ہر سطح پر ان کا زبردست استقبال ہوتا تھا۔ ایک بار پاکستان گئے تو وہاں کے صدر خود ائیر پورٹ پر ان کے استقبال کے لیے تشریف لائے۔ قاری عبدالباسط کی شہرت کا یہ سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شہرت اور ان سے لوگوں کی محبت وعقیدت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔ وہ خود بھی لوگوں کی اس محبت کی قدر کرتے تھے۔ لوگ ان سے خط وکتابت کرتے تھے اور وہ ان خطوط کا جواب دیتے تھے۔ اپنی دراز میں اپنے بہت سے فوٹو رکھے رہتے تھے اور بنفشی رنگ کے لفافے میں رکھ کر اپنے معتقدین اور مداحین کو ارسال کیا کرتے تھے۔

سعودی عرب کے دورے پر انھیں صوت مکہ (آوازِ مکہ) لقب سے نوازا گیا۔ اپنی قرأت کی وجہ سے وہ صوت العرب (آوازِ عرب) اور صوت المسلمین (مسلمانوں کی آواز) کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ ان کو کئی انعامات اور اعزازات بھی ملے۔ ۱۹۵۶ء میں شام نے ان کو تمغۂ استحقاق سے نوازا۔ لبنان میں بھی انہیں تمغے سے نوازا گیا۔ آخری تمغہ ان کی وفات کے بعد ۱۹۹۰ء میں مصر کے صدر حسنی مبارک نے شب قدر میں پیش کیا جس کو ان کے ورثاء نے قبول کیا۔ قاری عبدالباسط کو ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ اگر چہ اس مرض کو کنٹرول میں رکھتے تھے لیکن اس مرض کے ساتھ جگر کا عمل بھی سست ہوگیا تھا، اور وفات سے پہلے سوزش جگر کا بھی شکار ہوگئے تھے اس لیے صحت بگڑتی چلی گئی۔ علاج کے لیے لندن لے جایا گیا۔ وہاں ایک ہفتہ رہنے کے بعد انھوں نے اپنے بیٹے طارق سے واپس مصر چلنے کے لیے کہا۔ شاید ان کو احساس ہوگیا تھا کہ ان کی زندگی کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ پھر چند گھنٹوں کے بعد ہی ۳۰ر نومبر ۱۹۸۸ء کو انتقال کر گئے۔ ان کے جنازے میں دنیا بھر کے ممالک کے سفراء نے شرکت کی۔

امام الحرم-عبدالرحمٰن السدیس

امام خانۂ کعبہ عبدالرحمٰن السدیس نے جامعۃ الامام ملک بن سعود کے کلیۃ الشریعہ سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ریاض کی کئی مساجد میں امام اور خطیب کی حیثیت سے بھی رہے اور جامعۃ الامام میں تدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ ۱۹۸۳ء/ ۱۴۰۱ھ میں انھیں مسجد حرام کے امام وخطیب کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ اسی سال رمضان میں انھوں نے مسجد حرام میں پہلا خطبہ دیا۔ اس کے چار سال بعد جامعۃ الامام کے کلیۃ الشریعہ سے پوسٹ گریجویشن کیا۔ پھر جامعہ ام القریٰ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے شعبہ قضا میں لیکچرار بھی مقرر ہوئے۔

امام السدیس کی شخصیت انتہائی متواضع، نرم طبیعت اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات میں انتہائی باغیرت ہے۔ ان کے طلبہ بھی ان کی بے پناہ عزت کرتے ہیں۔ ان کی متقیانہ شخصیت کا اندازہ اس خواب سے لگایا جاسکتا ہے جو ایک خاتون نے دیکھا تھا۔ اس خواب کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ امام السدیس ایک بار ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں تشریف لائے جس میں انھیں ناظرین کے دینی سوالات کے جوابات دینے تھے۔ اسی پروگرام میں ان سے ایک خاتون نے اپنے خواب کی تعبیر معلوم کی۔ اس خاتون نے کہا: ''میں نے حرم شریف میں ایک شخص کو طواف کرتے دیکھا اور وہ شخص اس وقت بالکل ننگا تھا۔ میں اس انسان کو پہچانتی ہوں

لیکن وہ مجھے کسی بھی طرح نہیں پہچانتا۔ آپ اس خواب کی تعبیر بتادیجیے۔'' امام السدیس نے جواب دیا: ''میری بہن وہ آدمی انتہائی خوش نصیب اور خوش بخت ہے۔ آپ نے جو خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص اللہ کے حکم سے گناہوں سے بالکل پاک ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوش ہو۔'' اس خاتون نے کہا: ''اگر میں یہ کہوں کہ وہ شخص جس کو میں نے خواب میں دیکھا ہے کوئی اور نہیں بلکہ آپ ہی ہیں؟'' یہ سن کر امام السدیس پر ایک دم خاموشی طاری ہوگئی اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے امام السدیس کو خوبصورت آواز اور قرآن کو دل نشین انداز میں پڑھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ ان کی تلاوت سن کر محسوس ہوتا ہے کہ ان پر رقت طاری ہے اور یہی حال ان کی تلاوت سننے والے کا ہوتا ہے۔ ان کی تلاوت میں وہ سوز اور وہ خلوص و پاکیزگی ہے جو غافلوں کو بھی بے قرار کردے۔ تراویح میں ان کے پیچھے قرآن سننے کو لوگ اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ہر حاجی یا عمرہ کرنے والا خانۂ کعبہ کی زیارت کے دوران جب ان کی تلاوت سنتا ہے تو اس پر رقت طاری ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اللہ نے ان کو سب سے بڑا شرف اور تکریم تو یہی بخشی ہے کہ وہ مرکز توحید اور قبلۂ عالم کے امام ہیں۔ دوسری عزت وہ ہے جو اللہ نے دنیا کے تمام مسلمانوں کے دل میں ان کی محبت کی شکل میں رکھی ہے۔ مسلمانانِ عالم میں انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں بھی ان کی خوب شہرت ہے اور ان کی سی ڈی اور آڈیو کیسیٹ گھر گھر میں سنے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں تو اب ائمہ مساجد امام السدیس اور امام الشریم کی قرأت کی ہی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گزشتہ سال ۱۴۲۶ھ میں انھیں سال کی اسلامی شخصیت کے طور پر منتخب کیا گیا اور انھیں ایوارڈ سے نوازا گیا جو دس لاکھ ڈالر پر مشتمل تھا۔

ان کے علاوہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ائمہ و قارئین میں عبداللہ خیاط، عبدالعزیز بن صالح، عبداللہ الخذیفی، محمد بن عبداللہ السبیل، صالح بن حمید، شیخ السعود الشریم، شیخ علی الخذیفی اور شیخ خلیل عبدالرحمٰن ہیں۔

مصری قاریوں میں شیخ محمد الطبلاوی ہیں، جنھیں مصطفیٰ اسماعیل کے بعد بہت شہرت ملی اور ان کی وفات کے بعد جامعہ ازہر کی مسجد میں تلاوت کے لیے مقرر ہوئے۔ انھوں نے ستر سے زیادہ ممالک کا دورہ کیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور متحدہ قومیت

علیزہ بانو

مولانا ابوالکلام آزاد جدید ہند کے ایک ممتاز تاریخ ساز اور قابل تعظیم شخصیت تھے۔ اگر غور کیا جائے تو اس نازک دور میں ہندوستانی مسلمانوں کے جدید فکر کی تشکیل اور مسلم معاشرے کی تشکیل میں تین ہستیوں نے بنیادی طور پر پر کار ہائے نمایاں انجام دیے ہیں: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سر سید احمد خان، اور مولانا ابوالکلام آزاد۔ ان حضرات نے بالترتیب: مذہب، تعلیم اور سیاست کے میدان میں مسلمانوں کو نئے انداز فکر سے روشناس کرایا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بذات خود ایک جید عالم دین تھے مگر حالات کے تقاضوں نے انہیں سیاسی بساط کا ایک ماہر کھلاڑی بنا دیا۔ چنانچہ انھیں قومی تحریک میں ایک بلند پایہ سیاست داں کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

قومیت اور وطنیت کا مسئلہ مسلمانوں میں ایک مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے۔ جس زمانے میں اس مسئلے پر کافی ہنگامہ آرائی تھی، اس وقت مسلمانوں کی اکثریت کا اس بارے میں جو خیال تھا اس کی ترجمانی اقبال کے اس مصرعے سے بخوبی ہوتی ہے۔

''جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے''

اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے جو موقف اختیار کیا وہ مسلم لیگی قیادت کے شباب کے دور میں مسلمانوں کی اکثریت سے بالکل مختلف تھا اور ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ مولانا کے سیاسی رجحان کی تشکیل میں بنگال کے دہشت پسند انقلابیوں کی تحریک کا اولین حصہ تھا۔

بنگال کے انقلابیوں سے اپنے تعلقات کی کہانی مولانا ابوالکلام آزاد نے India Wins Freedom میں بیان کی ہے:

''ان دنوں انقلابی جماعتیں اپنے کارکن صرف متوسط طبقے کے ہندوؤں سے چنا کرتی تھیں

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انقلابی جماعتیں مسلمانوں کی مخالفت میں سرگرم تھیں۔ وہ دیکھتی تھیں کہ برطانوی حکومت نے ہندوستانی تحریک آزادی کی مخالفت میں مسلمانوں کو آلہ کار بنا رکھا ہے اور مسلمان اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ انقلابی محسوس کرتے تھے کہ مسلمان حصول آزادی کی راہ میں ایک رکاوٹ ہیں۔''

(فاروقی، ضیاء الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد فکر و نظر کی چند جہتیں، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ)

مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندو انقلابیوں کو یہ باور کرایا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اپنا مخالف نہ سمجھیں۔ انھیں اپنا ساتھی اور دوست بنائیں، ان کی تائید اور دوستی کے بغیر آزادی حاصل کرنے کی مہم بہت زیادہ دشوار ہو جائے گی۔

۱۹۰۸ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا تھا۔ ان ملکوں میں ان کی ملاقات وہاں کے انقلابیوں سے ہوئی۔ اپنے اس سفر سے جب وہ واپس ہوئے تو یہ یقین اور راسخ عقیدہ لے کر ملک کی آزادی کی مہم میں مسلمانوں کو اپنے ہم وطنوں کا ساتھی اور دوست ہی نہیں بننا ہے بلکہ جنگ آزادی میں رہبر اور ہراول دستے کی طرح کام کرنا ہے۔ واپس آنے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انہوں نے الہلال نکالا۔ الہلال کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو غفلت سے بیدار کرنا اور انگریزی سامراج کے خلاف ان کو تیار کرنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مذہب اسلام غلامی کو ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کا نہ صرف یہ وطنی فریضہ ہے بلکہ دینی فریضہ بھی ہے کہ وہ غلامی کی بیڑیاں کاٹ کر آزاد ہو جائیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد تقسیم وطن اور نظریۂ پاکستان کی مخالفت میں مسلسل مضامین لکھتے رہے اور مسلمانوں کو یہ سمجھاتے رہے کہ متحدہ قومیت کا نظریہ ہی راہ نجات ہے۔ یہی اسلامی نظریہ ہے۔ ہندوستان ہمارا وطن ہے اور ہماری محبتوں کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اس کا احترام، اس کی حفاظت ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ (فاروقی، ضیاء الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد فکر و نظر کی چند جہتیں)

مولانا ابوالکلام آزاد ایک طرف دو قومی نظریہ کی مخالفت کی صدا بلند کرتے رہے۔ متحدہ قومیت کی طرف بلاتے رہے لیکن افسوس کہ دوسری طرف چند مفاد پرست رہنما دو قومی نظریہ یا بالفاظ دیگر نظریۂ پاکستان کو ہوا دے رہے تھے اور یہ پرچار کر رہے تھے کہ ہندوستان میں مختلف قومیں آباد ہیں۔ ایک ہندو دوسرے مسلمان. اس لئے متحدہ قومیت کے نام پر یہاں کوئی مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور یہاں جمہوری اداروں کے قیام کا

لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہندوا کثریت کی حکومت قائم ہو جائے گی اور مسلمانوں کی ہستی خطرے میں پڑ جائے گی۔(عالم،احسان،مولانا ابوالکلام آزاد:افکارونظریات،المنصو رایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ، دربھنگہ،۲۰۱۶)

مولانا ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ ہندو مسلم اتحاد کا مسلہ بہ نسبت آزادی کے زیادہ اہم ہے۔اعتقادات کے آپسی نفاق کو عارضی طور پر ملتوی تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس حقیقت سے گریز نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے۔جس میں مختلف عقائد کے ماننے والے بستے ہیں۔اس لیے آزادی کا حصول تو کچھ عرصے کے لیے ملتوی کیا جاسکتا ہے مگر ہندو مسلمان میں آپسی نفاق ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔یہ نہ صرف آزادی کے حصول کے لیے لازمی ہے بلکہ روزانہ زندگی میں بھی اس کی بہت اہمیت ہے۔

۱۹۲۰ء کے فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر انہوں نے کہا تھا:''میں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ہندو مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے اگر جان بھی دینا ضروری ہو تو جائز ہے۔''

مولانا ابوالکلام آزاد نے انسانی مساوات کو بڑھاوا دیا اور دنیا کے تمام انسانوں کو امت واحدہ سمجھا اور انھوں نے اس کو پیغمبر اسلام کی روایات سے بھی ثابت کیا کہ پیغمبر اسلام نے کس طرح مسلمانوں، یہودیوں اور مدینہ منورہ کے باشندوں سے اپنے تعلقات برقرار رکھے۔

ملکی پیمانے پر مختلف قوموں میں اتحاد اور بعد میں عالمی پیمانے پر دنیا کے تمام لوگوں میں باہمی اتفاق مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی کا مقصد تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ہندوستانی مزاج کے مطابق مذہب کو سیاست کی اساس سمجھا اور متحدہ قومیت اور سیکولرازم کے تصورات کو فلسفۂ حیات بنانے کی تلقین کی۔وہ فرماتے تھے کہ:

> ''ہم کو ہندوستان میں ایک ممتاز عنصر بن کر ضرور رہنا چاہیے لیکن ایک مخالف جنگجو عنصر نہ بننا چاہیے بلکہ ہندوستان کی ملی جلی مشترک زندگی میں ہم آہنگ جزو کی طرح رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔''

مولانا ابوالکلام آزاد نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر بادلوں سے اتر کر ایک فرشتہ قطب مینار کی چوٹی پر کھڑا ہو کر یہ کہے کہ ہندوستان آزاد ہوسکتا ہے لیکن اس کی قیمت علیحدہ قومیت ہوگی تو میں ہرگز ایسی آزادی پسند نہیں کروں گا، کیوں کہ اس سے انسانیت کو زبردست نقصان پہنچے گا۔

۱۹۴۰ء میں بحیثیت صدر رام گڑھ، کانگریس کے تاریخی اجلاس میں مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر

میں اعلان کیا: مجھے اس پر ناز ہے کہ میں ہندوستان میں ہوں اور میں ایسی قومیت سے تعلق رکھتا ہوں. جس کو تقسیم نہیں کیا جاسکتا اور جو مشترکہ ہندوستانی تہذیب پر مبنی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد غالباً پہلے رہ نما تھے جنہوں نے زوردار قوت کے ساتھ ہندوستان کی متحدہ قومیت کا تصور پیش کیا اور اسے ملک کے عوام وخواص میں راج وراسخ کرنے کے لیے اپنی تمام تر ذہنی، علمی اور استدلالی صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے عالمگیر اخوت ومساوات پر بھی زور دیا۔

یوں تو مولانا ابوالکلام آزاد کی متحدہ قومیت پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن میں اپنی بات کو ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے اس اقتباس سے ختم کرنا چاہوں گی جو انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی وفات کے بعد کہا تھا:

> ''میں یہ نہیں کہتا کہ ہندوستان میں عظیم انسان پیدا نہیں ہوں گے۔ یقیناً پیدا ہوں گے لیکن جو مخصوص عظمت مولانا ابوالکلام آزاد کو حاصل تھی وہ نہ تو ہندوستان میں اب کسی کو حاصل ہوگی اور نہ ہندوستان سے باہر کسی کے نصیب میں آئے گی۔ وطن کا کارواں اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے گا لیکن مولانا ابوالکلام آزاد جو امیر کارواں تھے۔ ہم سے جدا ہو گئے۔ اچھا ہو کہ ہم ان کی تقلید کریں۔''

آج ہندوستان کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیت کی ضرورت ہے جو اس ملک کی ختم ہو رہی مشترکہ وراثت اور آپسی اتحاد کو بچا سکے۔

داراشکوہ سنگھیوں کا محبوب کیوں؟

محمد اسامہ فلاحی

آر ایس ایس برہمنی قیادت کے تحت چلنے والا ایسا گروہ ہے جس کے نظریات اور سرگرمیاں نہ صرف اسلام دشمنی کے اردگرد گھومتی ہیں بلکہ انسانیت کے لیے بھی شدید نقصان دہ ہیں۔ان کی پوری کوشش ہے کہ اپنا ذات پات کا نظام دوبارہ قائم کریں جو کبھی صدیوں پہلے قائم تھا،جس میں برہمنیت کا غلبہ ہو اور باقی دنیا ان کے انسانیت مخالف ظالمانہ قوانین کے ماتحت رہنے پر مجبور ہو جائے۔

تاریخ میں جس نے بھی ذات پات کے برہمنی نظام کو چیلنج کیا اور اس کو نقصان پہنچایا اس سے شدید انتقام لیا گیا۔گوتم بدھ کی تعلیمات کے نتیجے میں برہمنیت کئی صدی تک اپنے خول میں بند رہی لیکن دھیرے دھیرے اس نے بدھ مت مین سیندھ لگا کر اس کا ایسا خاتمہ کیا کہ بھارت سے اس کا وجود ہی مٹ گیا۔آج بدھ مت کے ماننے والے ضرور موجود ہیں لیکن عملاً وہ برہمنیت کے ماتحت رہنے پر مجبور ہیں۔

بھارت میں اسلام کی آمد کے بعد سے اب تک برہمنی نظام،حکومت و اقتدار حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے،جس کی وجہ سے اس کے سب سے بڑے دشمن اسلام اور مسلمان قرار پائے۔اور اب صدیوں کی آرزو اور محنت کے بعد اپنے ذات پات کے شیطانی نظام کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کا شدھی کرن کر دیا جائے۔چونکہ ظلم و جبر کے ذریعے ایسا کرنا ناممکن ہے اس لیے ایسی شخصیات کو مسلمانوں کا آئیڈیل بنا کر پیش کیا جائے جو کہ باطل افکار و نظریات کے علمبردار تھے تاکہ اس کے ذریعے پہلے انہیں گمراہ کیا جائے پھر ان کا شدھی کرن کیا جا سکے۔تاریخ میں ایسی ہی ایک شخصیت داراشکوہ کی رہی ہے جو کہ آج کل برہمنوں کی محبوب بنی ہوئی ہے۔آر ایس ایس یونیورسٹیوں میں مختلف پروگراموں کے ذریعہ اور کچھ ملت فروش مسلم لیڈران کے ذریعہ مسلم سماج کو داراشکوہ جیسے لوگوں کو اپنا رول ماڈل بنانے کی تلقین کر رہا ہے۔

اکتوبر ۲۰۱۹ء میں پنجاب میں ایک سمینار کے مہمان خصوصی ایک سوامی جی تھے جنہوں نے حاضرین کو

مشورہ دیا کہ وہ داراشکوہ کو اپنا رول ماڈل بنائیں۔ اس وقت یہ بات عجیب سی لگی لیکن جب تاریخ کی ورق گردانی کی تو مقصد سمجھ میں آ گیا۔ ۵؍نومبر کو حکومت کے مرکزی وزیر مختار عباس نقوی کی رہائش گاہ پر ایک میٹنگ ہوتی ہے جس میں مسلم قائدین اور دانشوران کی ایک تعداد بھی شریک ہوتی ہے۔ اس میٹنگ میں آر ایس ایس کی طرف سے مسلمانوں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ داراشکوہ کو اپنا رول ماڈل بنائیں جس کو سبھی نے سر جھکا کر سنا۔ اس واقعے کے بعد مسلمانوں کو اچھے سے سمجھ لینا چاہیے کہ سنگھ پریوار داراشکوہ کو کیوں بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے؟ نیز آگے بھی اس کے کردار کو بڑھا چڑھا کر پیش کیے جاتے رہنے کا پورا امکان ہے۔ اس کے پیچھے چھپے مقصد کو نہ صرف اس سوال سے سمجھ لینا چاہیے کہ حکمراں خاندان کے ایک شہزادے سے سنگھ کو اتنی محبت کیوں ہے جب کہ مسلم حکمرانوں کی کردارکشی اس کا وطیرہ رہا ہے؟

جب ہم داراشکوہ کی زندگی اور اس کے افکار و عقائد کو دیکھتے ہیں تو یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ سنگھ اس کو رول ماڈل کے طور پر کیوں پیش کر رہا ہے۔

حالات زندگی

داراشکوہ ۱۶۱۵ء میں پیدا ہوا۔ وہ شاہجہاں کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں کیونکہ مغل دور کے مورخین نے اپنی زیادہ تر توجہ ملک میں سیاسی واقعات بیان کرنے تک ہی محدود رکھا ہے۔ اس نے مختلف علوم وفنون سیکھنے کے لیے مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا جن میں مولوی کے ساتھ ساتھ یوگی اور پنڈت بھی شامل ہیں۔ ۱۶۳۲ء میں اس کی شادی کریم النساء نامی خاتون سے ہوئی جو عام طور پر نادرہ بیگم کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ داراشکوہ کے سرکاری کیریئر کا آغاز ۱۶۳۳ء میں ہوا جب شاہجہاں کی سالگرہ کے موقع پر اسے ''شاہ اقبال بلند'' کا خطاب ملا، نیز اسے بارہ ہزار ذات اور چھ ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔ بعد میں وہ الٰہ آباد، پنجاب، گجرات، ملتان اور بہار کا گورنر بھی بنا جس کے نظم ونسق کو اس کے نائبین دیکھتے تھے کیونکہ وہ خود شاہی دربار سے جڑا ہوا تھا۔

شاہجہاں اخیر عمر میں سخت بیمار پڑا جس کی وجہ سے بھائیوں کے درمیان تخت شاہی کے لیے رسہ کشی شروع ہوگئی، جس میں شہزادہ اورنگ زیب کو اس کی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر کامیابی ملی اور داراشکوہ اپنے نظریات کی وجہ سے مرتد قرار پایا اور علماء کی طرف سے موت کی سزا سنائی گئی۔ ۳۰ اگست ۱۶۵۹ء کو بدھ کی رات اسے موت کی سزا دے دی گئی۔ اس طرح شاہجہاں کا لاڈلا بیٹا اور ہندوستان کا ہونے والا بادشاہ اس دار فانی سے کوچ

کر گیا۔ ہمایوں کے احاطے میں اسے دفن کیا گیا۔

داراشکوہ حکمراں خاندان کا ایسا فرد ہے جس نے سب سے زیادہ تصانیف چھوڑیں لیکن بدقسمتی سے یہ سب گمراہ کن صوفیانہ موشگافیوں اور ہندوانہ تہذیب کی آئینہ دار ہیں۔

داراشکوہ نے تصوف اور وحدت ادیان کے تحت پانچ کتابیں لکھی۔سکینۃ الاولیاء،سفینۃ الاولیاء، رسالہ حق نما، حسنات العارفینا ور مجمع البحرین۔ابتدائی چار کتابیں تصوف سے متعلق ہیں جن میں تصوف کی گمراہیوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔آخری کتاب میں اسلامی عقائد کی من مانی تاویلات اور قرآن کی لفظی اور معنوی تحریفات کر کے ہندو عقائد سے ہم آہنگ کرنے کی نا کام جسارت کی ہے۔

یہاں پر داراشکوہ کے تصوف سے متعلق افکار کا جائزہ نہیں لیا جائے گا۔ یہاں پر ان چیزوں کا ذکر کیا جائے گا جس کو داراشکوہ نے ہندومت اور اسلام کے پس منظر میں بیان کیا ہے۔جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سنگھ پریوار دارا کے کردار کو کیوں بڑھا چڑھا کر پیش کر رہا ہے اور اس کے پیچھے اس کے عزائم کیا ہیں۔

داراشکوہ چونکہ تین بیٹیوں کے بعد شاہجہاں کا پہلا بیٹا تھا اس لئے بڑے لاڈ و پیار سے اس کی پرورش ہوئی جس کی وجہ سے اس کے اندر صفات حسنہ کے بجائے صفات رذیلہ پروان چڑھے۔اس کے بعد جہاں اس کی مذہبی زندگی گم راہ کن افکار وخیالات کا مجموعہ بن گئی وہیں پر اس کی ذاتی زندگی بھی بہت خراب ہوگئی۔

''داراشکوہ سے متعلق تقریباً تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ انتہائی بدقماش، بددین، بداخلاق اور آزاد خیال تھا۔ جو ہمیشہ مذہبی معاملات اور عقائد میں تطبیق دینے والا ''صلح کل'' اور اکبری پالیسیوں کا پیروکار تھا۔''
(ماہنامہ براہین، مقالہ، حیات اورنگ زیب کے چند گوشے، سید آصف علی ندوی، اکتوبر ۲۰۱۹ء)

عقائد

پنجاب کے مشہور قادری صوفی میاں میر جن کو وہ اپنا استاد مانتا ہے۔اس کے بارے میں اس کا عقیدہ تھا کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے (داراشکوہ اپنی تصانیف کے حوالے سے، طارق محمود، ص،۵۵)

مولانا ضیاءالدین اصلاحیؒ داراشکوہ کے عقائد کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''داراشکوہ نے اخیر میں ہندوؤں کے کیش وآئین کو اختیار کرنا شروع کر دیا تھا، وہ برہمنوں جوگیوں اور سنیاسیوں کی صحبت میں رہتا تھا اور اسی گروہ کو عارف، مرشد کامل اور واصل حق خیال کرتا تھا اور ان کی کتاب وید کو آسمانی اور خطاب ربانی کہتا تھا۔قرآن مجید میں بیان کردہ

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کو ''پربھو'' نام دیتا تھا اور اسی کو اسم اعظم سمجھتا تھا اور جن قیمتی پتھروں اور ہیرے جواہرات کو وہ پہنتا تھا ان پر ''پربھو'' کندہ کرادیا تھا اور ان سے تبرک حاصل کرتا تھا''۔(معارف، جون ۲۰۰۳ء۔مقالہ، داراشکوہ اور اس کا مخلوط مذہب، ص، ۴۱۵)

داراشکوہ نے اپنشد کا ترجمہ سرا کبر کے نام سے کیا ہے۔اس میں بسم اللہ کی جگہ سری کرشن کی تصویر دی اور دیباچہ میں لکھا کہ اصل قرآن یہی ہے۔وہ لکھتا ہے:

''تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس قوم قدیم (ہندوؤں) کے درمیان تمام آسمانی کتابوں سے پہلے چار آسمانی کتابیں تھیں، رگ وید، سام وید، یجر وید، اتھر وید۔اور اس وقت کے سب سے بڑے نبی برہما یعنی آدم صفی اللہ پر یہ تمام احکام نازل ہوئے اور یہ تمام باتیں ان کتابوں سے ظاہر ہیں''۔(حوالہ سابق)

دارا نے آگے بڑھ کر یہاں تک کہا ہے کہ لوح محفوظ وید ہیں۔

۱۹۰۶ء میں علامہ شبلیؒ کی نظر سے سرا کبر کا نسخہ گزرا تو اپنا یہ تاثر ظاہر کیا:

''عالمگیر نے داراشکوہ کے مقابلے کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب ظاہر کیا کہ داراشکوہ بدعقیدہ اور بددین ہے۔اس لیے اگر وہ ہندوستان کا فرماں روا ہوا تو ملک میں بددینی پھیل جائے گی۔عام مورخین کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا، نہ داراشکوہ بے دین تھا اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا۔دلوں کا حال اللہ کو معلوم، لیکن کتاب کے دیباچہ سے صاف ظاہر ہے کہ داراشکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا، اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تخت شاہی پر متمکن ہوتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے۔''(مقالات شبلی، ج ۷، ص، ۱۰)

مجمع البحرین کی تالیف کے ایک سال بعد ۱۰۶۶ء میں دارا کے حکم سے جوگ بشِشٹ کا سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔اس کا مقدمہ خود داراشکوہ نے لکھا جس میں اس کے ترجمہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے:

''اس کتاب کا جب ہم نے مطالعہ کیا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ دو مقبول صورت بزرگ ایک اونچے پر کھڑے ہیں۔ایک بشِشٹ تھے دوسرے سری رام چندر جی..... میں بے اختیار بشِشٹ کی خدمت میں حاضر ہوا۔بشِشٹ نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا: اے رام چندر! یہ سچا طالب ہے اور سچی طلب میں تیرا بھائی ہے اس سے بغل گیر ہوو۔رام چندر جی کمال محبت سے مجھ سے ملے۔اس کے بعد بشِشٹ نے رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تا کہ مجھے کھلا دے، میں نے وہ شیرینی کھائی۔اس خواب کے دیکھنے کے

بعد ترجے کی خواہش از سرنو زیادہ ہوگئی اور حاضرین میں سے ایک شخص کو اس کام پر مقرر کیا''۔(مقدمہ رقعات عالمگیری، از سید نجیب اشرف ندوی، بحوالہ معارف، داراشکوہ کے خواب، ڈاکٹر عبدالرب عرفان، فروری ۱۹۸۸ء)

مذکورہ بالا پیراگراف سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دارا اسلام سے کس قدر دور اور ہندومت سے قریب ہو چکا تھا۔ آخر سنگھی حضرات اس سے محبت کیوں نہ کریں اور مسلمانوں کے سامنے بطور رول ماڈل کیوں نہ پیش کریں!

دارانے اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ باطل ہندوعقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات کو خوب توڑا مروڑا ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں۔

دارا جگہ جگہ قرآنی آیات کے حوالے دے کر اپنے ہمہ اوست (Pantheism) کے نظریے کو ثابت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

دارا کے بقول: قرآن مجید کی آیت: ھو الاول و الاخر و الظاھر و الباطن (الحدید:۳) 'وہی اول، وہی اخر، وہی ظاہر اور وہی باطن ہے' کا مفہوم یہ ہے کہ 'وجود مجھ میں ہے اور سب کچھ میں ہوں۔ یعنی کسی چیز کا کوئی وجود نہیں، سب کچھ وہی ہے۔(حسنات العارفین)

دارانے قیامت اور مکتی کے نظریے کو لے کر دونوں مذاہب کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ اس کے نزدیک مکتی کا مطلب تعینات کا تباہ ہوکر ذات حق میں غائب ہوجانا ہے۔

اس کے بعد دارا لکھتا ہے کہ مکتی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ''جیون مکتی'' یا زندگی میں نجات۔ ہندووں کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی ہی میں اللہ کی معرفت حاصل ہوجائے اور انسان سب چیزوں کو ایک دیکھے اور ایک جانے۔

۲۔ ''سب مکتی'' یعنی ''سب سے آزادی'': یہ ذات حق میں مل جانے کا نام ہے۔ دارا کے مطابق قرآن کی مندرجہ ذیل آیات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں:

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّهِ أَكْبَرُ ذَلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۃ التوبہ:۷۲)

(اوران سب سے بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ ان پر اللہ کی خوشنودیوں کا نزول ہوگا۔)

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُون (سورۃ یونس:۶۲)

(یادرکھو، جواللہ کے دوست ہیں ان کے لیے نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا نہ غم)

۳۔''سربدمکتی''یعنی عارف بن جانا۔قرآن میں جہاں جہاں جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے خالدین فیھا ابدا آیا ہے اس سے مراد معرفت کی جنت ہے۔

مجمع البحرین میں داراشکوہ قیامت اور مکتی کے سلسلے میں دونوں مذاہب میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔چنانچہ''بیان قیامت''اور''بیان مکتی''کے عنوانات کے تحت وہ لکھتا ہے کہ موحدان ہند کے مطابق جنت یا دوزخ میں ایک طویل مدت رہنے کے بعد''مہا پرلی''''قیامت کبری''ہوگی جو قرآن کی اس آیت سے بھی ثابت ہے۔

فاذا جاء ت الطامة الکبری (سورۃالنازعات)

مذکورہ بالا بحث کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ دارا اسلام سے بہت دور جا چکا تھا اور اس کے وجود میں برہمنیت کو اپنی منزل قریب نظر آرہی تھی۔دارا کا عروج اسلام کے زوال کی شکل میں سامنے آتا اور انگریز کی غلامی سے پہلے برہمنیت کی غلامی آجاتی۔

جناب سید صباح الدین عبدالرحمان نے اس کی بڑی اچھی تصویر کشی کی ہے:

''ایک گروہ کا خیال ہے کہ اگر دارا تخت شاہی پر بیٹھتا تو مسلمانوں کی سلطنت باقی رہتی لیکن دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ داراشکوہ کی تخت نشینی سے مسلمانوں کی حکومت تو باقی رہتی لیکن اسلام ختم ہو گیا ہوتا۔اورنگ زیب کے بعد مسلمانوں کی سلطنت تو ختم ہو گئی لیکن اسلام باقی رہ گیا''۔(معارف، جون ۲۰۰۳ء)

ڈاکٹر عبدالرب عرفان داراشکوہ کے خرافاتی خوابوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دارا کے مبینہ خوابوں کے بالاستیعاب مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ بیک وقت مسلمانوں اور ہندوؤں کا اعتماد حاصل کر کے خلافت اور رام راج کو اپنی نام نہاد وحدانیت کے گمراہ کن تصور میں ڈھال کر تخت و تاج پر بلا شرکت غیرے متصرف ہونے کا خواب دیکھ رہا تھا لیکن مشیت کا فیصلہ کچھ اور تھا۔اس کے نام نہاد تصوف پر عالمگیری تسنن اور تشرع نے ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کے عالم بیداری کے خواب کا شیرازہ بکھر گیا''۔(معارف، اعظم گڑھ۔فروری ۱۹۸۸ء، ص، ۱۳۷)

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ باطل حق کے علمبرداروں کو اسلام سے پھیرنے کی خواہش پر عمل پیرا

ہیں ۔ چونکہ سرداران مشرکین اس وقت حکومت واقتدار کے مالک ہیں اور مدعیان حق کمزور بنادیے گئے ہیں تو باطل اب انہیں ہر طرح سے حق سے پھیرنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں سورۂ ممتحنہ کی آیت حرف بحرف صادق آتی ہے کہ

إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاء وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ (الممتحنہ:۲)

''اگر وہ (مشرکین) تم پر غلبہ حاصل کرلیں تو تمھارے دشمن بن جائیں گے اور ہاتھ و زبان سے تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور ان (مشرکین) کی یہ خواہش ہوگی کہ تم بھی کافر ہوجاؤ''

مسلمانان ہند اور اس کی قیادت کو مشرکین کے عزائم اور مقاصد کے تئیں بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے انکی طرف سے فکری اور نظریاتی حملوں سے واقفیت بہت ضروری ہے کیونکہ مشرکین ہند کی طرف سے مسلمانوں کو انہیں جیسے نام کے حامل افراد اور شخصیات کے ذریعے گمراہ کرنے کی کوشش حکومت کی حمایت کے ساتھ کی جائے گی۔

بول ابیض (سفید پیشاب)

اطباء کو ڈرا دینے والا مرض

ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی علیگ

'ڈاکٹر صاحب یہ بچہ کئی مہینوں سے بیمار ہے۔ اس کے علاج کے لیے میں نے بہت دوڑ بھاگ کی۔ لیکن ڈاکٹر حضرات اس کا مرض نہیں پکڑ پا رہے ہیں۔ میں مزدور آدمی ہوں، پلے داری کا کام کرتا ہوں اور اسی مزدوری سے بچوں کا پیٹ پالتا ہوں' وہ ایک مزدور شخص جسے غربت نے بوڑھا کر دیا تھا، اس کے ساتھ ایک سات آٹھ سال کی عمر کا نحیف و نزار بچہ تھا، جس کے بارے میں وہ مجھ سے ہم کلام تھا۔

یہ بات ۲۰۰۹ کی ہے۔ جب میرا مطب اراضی باغ ملت نگر اعظم گڑھ میں تھا۔ میں نے پوچھا: اس بچے کو ہوا کیا ہے؟ اس شخص نے پلاسٹک کی Transparent بوتل میں بالکل سفید گاڑھی جمی ہوئی نیم سیال چیز مجھے دکھائی اور کہا یہ رطوبت اس بچے کے پیشاب کے راستے خارج ہوتی ہے۔ اس کو ہلکا ہلکا بخار رہتا ہے اور بچہ دن بہ دن بہت کم زور ہوتا جا رہا ہے۔ اسی کے علاج کے لیے اعظم گڑھ شہر کے بچوں کے کئی ماہر ڈاکٹر کے پاس گیا، لیکن کوئی آرام نہیں ہے۔ کسی نے جڑی بوٹی سے علاج کا مشورہ دیا تو آپ کے پاس آیا ہوں۔

اس بوتل میں پیشاب ہے؟ میں اسکو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ زمانہ طالب علمی اور دوران انٹرنس شپ میں ایسے ایک بھی مریض سے سابقہ پیش نہیں آیا تھا اور نہ ہی میں نے کلاس میں کبھی اس موضوع پر لیکچر سنا تھا۔

مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا کہ یہ پیشاب ہے۔ میں نے اپنے مطب میں رکھی Transparent پلاسٹک بوتل اسے تھما دی اور کہا کہ اس میں پیشاب کر کے لاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ میں دیکھ کر بالکل حیران رہ گیا۔ بالکل سفید گاڑھا پیشاب، جسے زمین پر گراؤ تو گرنے کے کچھ دیر بعد جم گیا۔ پہلی بار یہ بیماری میرے مشاہدے میں آئی تھی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں، بچہ ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ۔

اس بچے کے علاج کے لیے آپ کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑے گا۔ دوا میں دوں گا، بس جب تک کہوں

علاج جاری رکھیں۔اس وقت میں نے بس یوں ہی دوا دے کر بھیج دیا اور کہا کہ آپ دس دن بعد آئیں۔اس کے بعد میں اس نئی بیماری کو پڑھنا اور علاج ڈھونڈ نا چاہ رہا تھا۔اللہ سے دعا کی اور اس کے بعد اپنے پاس موجود ذخیرۂ کتب کو کھنگالنا شروع کر دیا۔بول کے طبعی اور غیر طبعی اقسام ورنگت کو موضوع مطالعہ بنایا۔

تلاش وجستجو کا سفر کئی دن تک جاری رہا۔ابتدا میں نے شرح اسباب،ترجمہ کبیر سے کی۔لیکن مقصود حاصل نہیں ہوا۔اس کے بعد استاذ الاطباء کی کتابوں کو الٹتا پلٹتا رہا۔ابوال غریبہ کے عنوان سے ایک بحث نے میری ہمت بندھائی۔رقم تھا کہ

'غیر طبعی پیشاب پانچ قسم کا ہوتا ہے :اول۔غسانی ۔گوشت کے دھوون کی طرح ،ایسے پیشاب کا سبب گردہ کی قوت ہاضمہ وممیز کی کمزوری ہوتی ہے۔یا جگر کی قوتوں کا ضعف۔ دوم: غلیظ پیشاب جس کے ساتھ غلیظ خلطیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔اس کا سبب گردے کا ضعف اور اخلاط کی کثرت ہوتی ہے۔سوم: بول شعری۔یعنی وہ پیشاب جس میں بال یا دھاگے کے مانند کوئی چیز ظاہر ہو، پیشاب کے یہ تار دو دو بالشت تک لمبے ہوتے ہیں۔گا ہے،ان کا رنگ سفید ہوتا ہے اور گا ہے سرخ۔یہ گردے کے ضعف ہضم سے اور گا ہے عروق کے ضعف ہضم سے پیدا ہوتا ہے۔گا ہے اس کی تولید غلیظ غذاؤں سے ہوتی ہے اور یہ صورت زیادہ خطرناک نہیں ہوتی۔ چہارم: بول مدی۔ پیشاب میں خالص پیپ یا خون آمیز پیپ خارج ہوتی ہے۔پنجم :بول وسمی۔غیر طبی پیشاب کے علاج میں یہ درج تھا۔بول غشا ی کے علاج کے لیے۔ضعف جگر وگردہ کی بحث کی طرف رجوع کریں۔بول غلیظ (گاڑھا پیشاب)اس کا علاج ضعف گردہ کے باب میں ملاحظہ کریں:

بول شعری (تاروالے پیشاب) ملطف ومقطع دوائیں اور پتھری کی دوائیں استعمال کریں۔ (تفصیل عبارت کی تلخیص،ص۷۶۶،از اکسیراعظم،تالیف حکیم محمداعظم)

میں نے مطالعہ کے سلسلے کو آگے بڑھایا تو یہ بحث میرے مطالعہ میں آئی''....پیشاب کی رنگت کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں:(۱)زرد(۲)سرخ(۳)سبز(۴)سایہ(۵)سفید سفید پیشاب یعنی بول ابیض۔اس کی دو قسمیں ہیں:ا۔ابیض حقیقی: یہ دودھ کی طرح سفید ہوتا ہے۔اس طرح پیشاب بلغم اور سردی کی زیادتی سے آتا ہے۔کبھی اس طرح کا پیشاب اس امر کی علامت ہوتا ہے کہ شحم (چربی) یا سمین (رواج) پگھل کر پیشاب میں آرہی ہے یا اعضاء اسلیہ پگھل کر آرہی ہیں۔۲۔شفاحت قارورہ:اس میں کوئی رنگ نہیں ہوتا۔اس کو مجازی طور

پر سفید کہا جاتا ہے۔(موجز القانون۔کوثر چاند پوری ص۱۱۶۔ترقی اردو بیورو نئی دہلی۔سن اشاعت ۱۹۸۸)

پیشاب کی رنگت میں تبدیلی بول زلال سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ مذکور ہے۔''جب البومی نوریا (Albuminuria بول زلال) کہتے ہیں۔یہ مرض گردہ کی خاص علامت ہے۔''(مخزن حکمت۔ج دوم ص ۶۵۰)

حکیم اجمل خاں البومی نوریا کے تعلق سے بیان کرتے ہیں:

''....اس بیماری میں گردے ضعیف ہوکر لاغر ہوجاتے ہیں اور گردوں کی چربی یا انڈے کی سفیدی کی طرح کا مادہ پیشاب میں خارج ہونے لگتا ہے۔اس مرض میں گردوں کے ساخت میں خرابی ہوجاتی ہے، پیشاب سفید کثیر المقدار اور بار بار آتا ہے۔کمر میں ہلکا ہلکا درد رہتا ہے۔(حاذق۔حکیم اجمل خاں۔ص۴۰۴)

لیکن بول زلالی میں پیشاب کی رنگت بالکل سفید یا بالکل دودھ کی طرح نہیں ہوتی۔میں نے سفید پیشاب کی حقیقت جاننے کے لیے اطباء کے معمولات مطب ان کے مجربات پر مشتمل کتابوں کو کھنگالنا شروع کیا۔رموز الاطباء میں ایک حکایت میں سفید پیشاب کا ذکر پڑھا:

''حکایت: چھوٹے بچوں کو سفید پیشاب آتا ہو اور چونہ کی طرح سفیدی زمین پر جمتی ہو۔یہ گولیاں بہت مفید ہیں۔دال نخود بریاں، بیل کھڑی، گندہ بہروزہ۔چنے کے برابر وزن کی گولیاں بنائیں۔ایک ایک گولی۔صبح وشام یہ گولیاں بننے کے ۳ دن بعد تک کام کرتی ہیں۔اس کے بعد ان کا فعل جاتا رہتا ہے۔(ص۵۲۰ رموز الاطباء ج دوم۔حکیم محمد فیروز الدین دار الکتب رفیق الاطباء لاہور)

یہاں یہ جان کر اطمینان ہوا کہ اس جیسے پیشاب کا یہاں تذکرہ موجود ہے۔لیکن علاج نا قابل فہم تھا کہ محض ۳ دنوں بعد۔ان گولیوں کا اثر جاتا رہے گا۔بہر حال میں نے تلاش کا سفر جاری رہا۔ایک کتاب میں مذکور تھا:

''عام طور پر پانچ سال تک کے بچے پیشاب کرتے ہیں تو سفید ہوکر جم جاتا ہے۔اس کو جریان تو نہیں کہہ سکتے، بلکہ یہ بچوں کی بدہضمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔''(مجربات،شاہدہ قریشی، کتاب حکماء کی زندگیوں کا طبی نچوڑ،ص۱۱۰،تالیف وتحقیقات،حکیم محمد طارق محمود چغتائی،فرید بک ڈپو۔نئی دہلی طبع اول۔نومبر ۲۰۰۳)

مذکورہ بحث کو پڑھ کر لگا کہ ایسا ہاضمہ کی خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن ابھی بھی یہ امر پورے طور پر واضح نہیں تھا۔

مجربات کی ایک دوسری کتاب میں پڑھنے کو ملا کہ

''......بچوں کو کبھی گھوڑے کے پیشاب کی طرح سفیدی مائل گدلا پیشاب آنے لگتا ہے۔ جو زمین پر جم جاتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ قئے اور دست بھی آنے لگتے ہیں یہ سب کچھ معدے کے ہضم کی خرابی سے ہوتا ہے۔'' ریوند خطائی، شربت ایک تولہ ورد، عرق سونف، کے ساتھ کھلائیں اور غزا کی ادتدالی رفع کرائیں۔ (مجربات فخر الاطباء، ص ۱۳۵، حکیم فقیر محمد چشتی، اعجاز پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۶)

'افادات مسیح الملک' میں درج ایک حکایت نے مسام شوق کو مہمیز دی:

''ایک صاحب نے اپنے بچے کو جس کی عمر ابھی تین سال تھی، مطب میں پیش کر کے اس کی کیفیت بیان کی۔ بچے کو قریب ایک ماہ سے سفید گاڑھا پیشاب آرہا ہے۔ جو تھوڑی دیر کے بعد جم جاتا ہے۔ اجابت تھوڑی تھوڑی اور بار بار ہوتی ہے۔ پیٹ میں نفخ رہتا ہے، بچہ روز بہ روز دبلا ہوتا جارہا ہے۔ تشخیص کی گئی کہ بچہ ضعف جگر کی شکایت میں مبتلا ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل ادویہ تجویز کی گئیں: علاج۔ جوارش مصحل ۳ ماشہ، ہمراہ شیرہ بادیان صبح شام پلائیں، شیرۂ دانہ ہیل نہایت سفید ۶ ماشہ، سفوف چٹکی بعد غزا پھنکائیں۔ (حکایت نمبر ۱۳، افادیت مسیح الملک، حکیم اجمل خاں، افادیت عملی ۱۹۹۹۰ بیسویں صدی، دریا گنج نئی دہلی)

اسی کتاب میں درج ایک دوسری حکایت سے کچھ مزید رہنمائی ہوئی:

''دو تین ماہ سے ہضم خراب ہے۔ بھوک کم لگتی ہے، قبض رہتا ہے، پیشاب کسی قدر غلیظ آتا ہے۔ کبھی کبھی پیشاب کے ساتھ سفید مادہ بھی خارج ہوتا ہے۔ کمزوری روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ تشخیص کی گئی کہ ضعف جگر کے سبب سے یہ شکایت لاحق ہوئی ہیں۔ اور پیشاب کے ساتھ غیر ہضم غذا خارج ہوتی ہے۔ ان کے لیے مندرجہ ذیل ادویہ تجویز کی گئیں: ۱۔ قرص ارفولا دار. جوارش جالینوس کے ساتھ صبح شام ۔۲۔ جوارش مصطگی ۔ دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد ایک ماہ دوا استعمال کرنے کے بعد۔ ان کا خط آیا کہ پہلے سے بہت آرام ہے لیکن کمزوری بدستور ہے۔ ان کو جواب دیا گیا کہ زیر استعمال ادویہ بدستور جاری رکھیں اور طاقت کے لیے 'حب خاص' ایک ایک۔ (حکایت نمبر ۱۲۹، افادیت مسیح الملک، ص ۱۹۱، افادیت مسیح الملک، ۱۹۹۰ء، بیسویں

بول ابیض (سفید پیشاب)

صدی پبلی کیشنز پرائیویٹ لمٹیڈ، نیتا جی سبھاش مارگ دریا گنج نئی دہلی)

ان حکایت و واقعات کو پڑھ کر یہ واضح ہوا کہ ایسا ضعف ہضم وضعف جگر کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ یہ مرض چھوٹے بچوں کو ہوتا ہے۔ لیکن بڑی عمر کے لوگ بھی اس مرض میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ میں تفصیل درج ہوئی ہے۔

ایک صاحب حکیم محمد ظفر خاں کے مطب میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا: میرے بچے کی عمر پانچ سال ہے۔ ۱۸ گھنٹہ سے پیشاب نہیں ہوا۔ مثانہ پیشاب سے بھرا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت بے چین ہے۔ بعض اوقات پیشاب زمین پر جم جاتا ہے بچہ کے ہضم کی حالت اچھی نہیں ہے۔ تشخیص: ہضم کی خرابی سے کیلوئی اجزاء مثانہ میں پہونچ جاتے ہیں اور وہاں منجمد ہو کر حبس بول کی شکایت پیدا کرتے ہیں۔ (مطب عملی۔ حکیم حاجی محمد ظفر خاں ص ۲۴۸)

اس واقعہ کو پڑھ کر سمجھ میں آیا کہ ایسا گاڑھا پیشاب مثانہ میں منجمد بھی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اخراج بول ایک مشکل امر ہوتا ہے۔ حسب ذیل حکایت کے مطالعہ سے میں بالکل نتیجے تک پہنچ گیا:

> ''ایک صاحب کو پیشاب میں سفید وغلیظ رطوبت آتی تھی۔ بعض نے منی خام اور بعض نے شوگر تجویز کیا۔ ڈاکٹر صاحبان نے بھی جدید طریقہ سے جانچ پڑتال کر کے فرمایا کہ شوگر اور کبھی کبھی البومن کے جز مقدار سے زیادہ آجایا کرتی ہیں۔ اندیشہ ذیابیطس وغیرہ کا ہے۔ اس لیے ڈاکٹری علاج باقاعدہ شروع ہوا۔ لیکن سفید رطوبت کی کبھی بیشی اور کبھی کمی ہو جایا کرتی تھی۔ پورے طور پر آمد بند نہ ہوئی۔ بالآخر حکیم سید شاہ انیس احمد قادری (داؤد نگر ضلع گیا) کو دکھلایا گیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ کیلوی رطوبت ہے۔ جو کبد کے ضعف ہضم کے باعث پیشاب کی راہ سے خارج ہوا کرتی ہے۔ اس لیے تقویت اصلاح ہضم معدی و کبدی کی جائے تو یہ رطوبت بند ہو جائے گی۔ حکیم صاحب نے بعد غذا جوارش جالینوس اور صبح کے وقت معجون فلاسفہ ہمراہ عرق مشتہی کھانے کو دیا۔ یہاں تک کہ جمیع اعراض وامراض سے اس کو نجات مل گئی۔ (رموز الاطباء. ج دوم ص ۵۵۵۔ ۵۵۶)

اس حکایت کو پڑھ کر واضح ہوا کہ یہ کیلوی رطوبت ہے، جو پیشاب کے راستے خارج ہوتی ہے۔ ضعف ہضم وضعف جگر کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ اب مجھے ہضم معدی اور ہضم کبدی کا مطالعہ کرنا تھا۔ میں نے اس پورے نظام ہضم وانجذاب کو مطالعہ کا موضوع بنایا۔

نظام ہضم وانجذ اب باالاختصار: جب غذا منھ سے براہ حلق معدہ وآنتوں میں جاتی ہے تو اس راستہ میں غذا میں مختلف رطوبات ملنے سے کئی تبدیلیاں آتی ہیں۔ چنانچہ لعاب دہن غذا کے ساتھ مل کر اسیم بناتا ہے اور غذا معدے میں پہونچتی ہے تو معدے کا ہضم شروع ہوتا ہے۔ اس پر رطوبت معدی تراش پاکر ہضم کرتی رہتی ہے۔ معدے کے اندر جب غذا ہضم ہو جاتی ہے تب اس کو کیموس کہتے ہیں۔ یہ اقوام آش جو کی مانند گاڑھا اور مزے اور بو میں ترش ہوتا ہے۔ جس قدر کیموس بنتا ہے، رفتہ رفتہ معدے سے براہ بواب بارہ انگتی آنت Deodenum میں گرتا رہتا ہے۔ جب کیموس معدے سے بارہ انگتی آنت میں آتا ہے تو اس میں جگر اور مرارہ کی مشترک نالی Common biledute سے صفرا اور رطوبت لبلہ کے سامنے سے غذا کے روغنی اجزاء تحلیل ہونے لگتے ہیں۔ اس کی رنگت سفید دودھیا ہو جاتی ہے۔ تب اسکو کیلوس کہتے ہیں۔ کیلوس کو یونانی لغت میں جس کے معنیٰ 'رس' ہیں۔ ڈاکٹری اصطلاح میں درحقیقت کیلوس صرف اس دودھیا رطوبت کو کہتے ہیں۔ (مخزن حکمت ج اول۔ ص ۸۱) جو دوران ہضم چھوٹی آنتوں سے بذریعہ عروق کیلوسیہ یا عرق لبنیہ جذب ہوکر مجریٰ صدر کی راہ خون میں جاملتی ہے کیلوس اپنی ساخت میں خون کے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی اس کا کچھ حصہ تو آب خون کی طرح سیال ہوتا ہے۔ اور کچھ دانہ ہائے خون کی طرح دانے دار ہوتا ہے۔ کیلوس کے دانوں کو مائل کا رپسلز کہتے ہیں۔ خون کے سفید دانے انہی کیلوس کے دانوں سے بنتے ہیں۔

ہضم معدی کو سمجھنے کے لیے آنتوں کی ساخت کا سمجھنا ضروری ہے۔ آنتوں کا بیرونی طبقہ آبدار جھلی کا ہوتا ہے۔ اس کے نیچے والا اعضلائی ریشوں کا اس کے نیچے والا خانہ دار ساخت کا، جس میں عروق واعصاب ہوتے ہیں، عضلائی طنفیہ میں گول اور عمودی دو قسم کے ریشے پائے جاتے ہیں۔

عروق، عرق کی جمع ہے۔ جس کے معنی رگ کے ہوتے ہیں۔ عروق کا اطلاق شرائیں (۲) اوردہ (۳) عروق جاذبہ وعروق لبنیہ (۴) عروق خشنہ پر ہوتا ہے۔

شرائین واوردہ میں خون ہوتا ہے۔ اس لیے ان کو عروق دمویہ کہتے ہیں۔ عروق خشنہ سے مراد۔ مراتی نالیوں کی باریک رگیں۔

عروق جاذبہ عملی وانجذ اب۔ جو غذا ہم کھاتے ہیں اس کا بڑا حصہ بشکل فضلات جسم سے خارج ہو جاتا ہے اور کچھ حصہ بشکل خلاصہ غذا جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ اس فعل کو انجذ اب یا امتصال کہتے ہیں اور جن عروق سے یہ فعل انجام پاتا ہے۔ انھیں عروق جاذبہ یا عروق مصّاصہ (Absorbeuts) کہتے ہیں۔

عروق جاذبہ دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک وہ جو آبی رطوبت (لمف۔ بمعنی پانی) کو جذب کر کے خون میں پہونچاتی ہیں۔ ان عروق جاذبہ کو انگریزی میں لمغ ٹکس کہتے ہیں۔ لمف۔ پانی کی مانند صاف، شفاف بے رنگ قدرے زردی مائل ہوتی ہے۔ اس کا مزہ نمکین ہوتا ہے۔ اس میں بو نہیں ہوتی۔ یہ پانی کی نسبت جاری ہوتا ہے۔ (مخزن حکمت: ج اول، ص ۴۸)

جسمانی ساختوں میں جہاں سے لمف تراوش پاتی ہے۔ پہلے بال سی باریک عروق جاذبہ بنتی ہیں جنھیں لمغ ٹکس کے پی لریز کہتے ہیں۔ پھر ان سے بڑی عروق یا نالیاں بنتی ہیں جنھیں طب میں رواضع کہتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی نالی کو مجری صدر Thorasic ouect کہتے ہیں۔

خون جب عروق شعریہ میں پہنچتا ہے تو آب خون Plasma۔ ان عروق کی دیواروں سے تراوش پا کر اعضاء کی ساختوں میں بھر جاتا ہے۔ انھیں سیراب کرتا ہے انکی پرورش کرتا ہے اس تراوش یافتہ آب خون کو لمف (رطوبت لغاویہ) کہتے ہیں۔

چھوٹی آنتوں کے اندر جو جھلی (میوکس ممرین) لگی ہوتی ہے۔ انکی اندرونی سطح پر مخمل کے ریشوں کی طرح بے شمار چھوٹے چھوٹے ابھار پائے جاتے ہیں جنھیں ولائی کہتے ہیں۔ ہر ایک ابھار یا ریشہ گویا۔ ایک چھوٹی سی جاذب نالی ہوتی ہے۔ یہ ابھار۔ بالخصوص صائم "Jejunum" اور دقاق "ilium" میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

جب کیلوس (دودھ جیسی سفید رطوبت۔ کیلوس۔ کائل) ان مخمل ریشوں پر بہتا ہے۔ تو وہ ان کو جذب وجمع کر کے مجری صدر Thoracie duct میں پہنچا دیتے ہیں۔ ان عروق کو عروق کیلوسیہ یا عروق لبنیہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں Lacteals کہتے ہیں۔

عروق جاذبہ کی ساخت مثل وریدوں سے ہوتی ہے۔ ان میں کواڑوں کی کثرت ہوتی ہے۔ انھیں کی کثرت سے ان کی شکل تسبیح کے دانوں کی طرح دانے دار ہوتی ہے۔ غذا کے بقیہ اجزاء ہضم ہو کر رقیق ہو جاتے ہیں۔ تو ان کو زیادہ تر عروق ماسار بقیہ جذب کرتی ہیں۔ اجزاء اجزاء لمش سنتہ۔ آنتوں میں ہضم ہو کر شکر میں تبدیل ہونے لگتے ہیں تو شکر بھی رطوبت امعاء میں تحلیل ہو کر زیادہ تر عروق ماسار بقیہ کے ذریعہ جذب ہوتی ہے۔ غرضکیہ غذائی مواد کا اکثر حصہ چھوٹی آنتوں میں ہی جذب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد غذا بڑی آنت میں چلی جاتی ہے۔ بڑی آنتوں میں بھی کسی قدر انجذاب کا عمل ہوتا ہے۔

افعال جگر

جگر کے افعال میں سے ایک خاص فعل صفراء پیدا کرنا ہے، صفراء جگر میں پیدا ہوتا ہے۔ صفراء ہی پے ٹیکس سیلز بناتے ہیں۔

صفراء غذا کے روغنی اجزاء کو قابل ہضم وجذب بناتا ہے، صفراء تعفف (ف) کو روکتا ہے۔ یعنی یہ آنتوں میں غذا کو متعفن وفاسد نہیں ہونے دیتا۔ صفراء ایک قدرتی وطبعی مسہل ہے۔ یہ آنتوں میں تحریک پیدا کر کے رطوبات مواد کے اخراج کو بڑھادیتا ہے۔ صفراء سے ورید باب الکبہ کا خون صاف ہوتا ہے۔ جگر گا جن یا حیوان نشاشتہ آنتوں میں شکر انگوری میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پھر آنتوں سے یہ ساری شکر منجذب ہو کر بذریعہ باب الکبہ، جگر میں پہنچتی ہے۔ پھر جگر اسکو حیوانی نشاشتہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جو چھوٹے چھوٹے ذرات کی شکل میں جگر میں جمع رہتا ہے۔ اور پھر جب ضرورت۔ شکر میں تبدیل ہو کر خون میں ملتا رہتا ہے۔ یہ بول ابیض اصلاً کیلوسی بول ہے جو نظام ہضم وجذب کی خرابی سے بشکل پیشاب خارج ہوتا ہے اور بول کیلوسی کی وجوہات و اسباب جو استاذ الاطباء نے بیان کی ہیں۔ اسکو ایک بار پھر ذہن میں تازہ کر لیں تو آگے انشاءاللہ (تحقیق کی) کچھ نئی راہیں کھلیں گی۔

'اسی طرح کی پیشاب بلغم اور سردی کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔' (موجز القانون۔ص ۱۱۶) 'ایسا پیشاب معدہ کے ہضم کی خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔' (ص ۱۳۵ مجربات فخر الاطباء) 'ایسا پیشاب جگر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پیشاب کے ساتھ غیر مہضم غذا خارج ہوتی ہے۔' (افادیت مسیح الملک۔ص ۱۹۱) 'ہضم کی خرابی کی وجہ سے کیلوسی اجزاء مثانہ میں پہنچ جاتی ہیں۔' (مطب عملی۔ص ۲۴۸) 'یہ کیلوسی رطوبت کبدی کے ضعف ہضم کے باعث پیشاب کی راہ سے خارج ہوا کرتی ہے۔ اس لیے تقویت اصلاح ہضم معدی و کبدی کی جائے تو یہ رطوبت بند ہو جائے گی۔' (رموز الاطباء ج دوم ص ۵۵۵)

اس کے علاج میں ایلو پیتھ ناکام ہے اور بول کیلوسی کے علاج کے ذیل میں:

جب اہم اطباء قدیم کے معمولات مطب پر غور کرتے ہیں۔ تو یہی۔ دو اہم دوائیں ہیں۔ جن سے وہ اس موذی مرض کا استیصال کر دیتے تھے: ۱۔ جوارش جالینوس۔ ۲۔ جوارش مصطگی

اس کے علاوہ دو تین دوائیں جیسے قرص کشتہ فولاد، سفوف چٹکی، معجون فلاسفہ وہ معارف دو کے طور پر ہیں۔ ہم بالترتیب۔ ان دواؤں کے فوائد پر بطور خاص نظر ڈالیں گیکہ اطباء نے کیا لکھا کیا بیان کیا، اس کے ذریعہ

بھی یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ دوا کی ان مجموعی اثرات کے پیش نظر ہی انہوں نے اس دوا کا انتخاب کیا۔ پہلے ہم جوارش جالینوس کے تعلق سے اطباء کے اقوال پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر اس ترتیب سے دیگر ادویہ پر۔

جوارش جالینوس

نفع خاص، امراض معدہ میں خاص تاثیر رکھتی ہے۔ وجع معدہ سوء ہضم۔ (کتاب المرکبات۔ حکیم سید ظل الرحمان صاحب۔ ص ۳۶) ......دیگر فوائد کے ساتھ، مثانہ اور گردہ کو فضلات سے پاک کرتا ہے۔ (مخزن المرکبات۔ حکیم و ڈاکٹر غلام جیلانی۔ ص ۳۶) ......اس جوارش میں بہت سی خاصیت ہیں، تمام اعضاء بدن کو قوت دیتی ہے ..پیشاب کی کثرت کو دور کرتی ہے، جو کہ سردی کی وجہ سے ہو۔ (بیاض خاص۔ علامہ حکیم کبیر الدین۔ ص ۳۵۶) ......اس جوارش کی خاصیت بہت ہیں۔ اعضاء کو قوت دیتی ہے، دافع دردو ہاضم طعام ہے۔ (مخزن المرکبات۔ حکیم محمد اعظم خاں۔ ص ۵۷)

دوسری اہم دوا۔ جوارش مصطگی ہے۔ اس کے خاص فوائد کے تعلق سے اطباء کے اقوال نوٹ کرتے ہیں:

جوارش مصطگی

آلات ہضم کی برودت کو ختم کرتی ہے۔ معدہ، جگر، امعاء کو تقویت دیتی ہے۔ (کتاب المرکبات حکیم سید ظل الرحمان صاحب۔ ص ۴۴) ......معدے کی رطوبت کو خشک کرتی ہے۔ جگر کو گرم کرتی ہے۔ پیشاب کی زیادتی اور دستوں کو بند کرتی ہے۔ (مخزن المرکبات۔ غلام قادر جیلانی۔ ص ۴۸) ......معدے اور جگر کی سردی کیلئے مفید ہے۔ (بیاض کبیر خاص۔ ص ۳۶۷) ......معدے اور جگر کی سردی۔ اور کمزوری کو دور کرتی ہے۔ (بیاض کبیر ج دوم۔ ص ۳۰)

معجون فلاسفہ

اس کو مادۃ الحیواۃ کہتے ہیں۔ یہ قوت بادہ کو بڑھاتی ہے۔ دل اور ہاضم کو قوت دیتی ہے، بھوک لگاتی ہے۔ (بیاض کبیر۔ بڑی بیاض۔ ص ۶۹۹)'' ......آلات بول کی تمام خرابیوں کو دور کرتی ہے۔ (مخزن المرکبات۔ ص ۳۵۶)'' ......پیشاب کی زیادتی میں خاص مفید ہے۔ (کتاب المرکبات حکیم ظل الرحمان صاحب۔ ۱۶۷)

قرص کشتہ فولاد

ضعف معدہ ،ضعف جگر، میں خاص طور پر مفید ہے۔(کتاب المرکبات ،حکیم ظل الرحمان صاحب) معدہ وجگر کو قوت دیتا ہے،غذا کو ہضم کرتا ہے۔(مخزن المرکبات ۔ص ۲۸۷) سفوف چٹکی ۔بچوں کے دست ،بدہضمی ۔اور نفخ میں خاص طور پر مفید ہے۔(کتاب المرکبات ۔حکیم ظل الرحمان ۔ص ۸۹)

مذکورہ تمام دوائیں ،معدہ،جگر ، امعاء پر خاص اثرات رکھتی ہیں ۔اور ہضم کی بطور خاص اصلاح کرتی ہے۔معدہ وجگر کی برودت کا ازالہ کرتی ہیں۔مثانہ گردہ کو فضلات سے پاک کرتی ہیں ۔پیشاب کی زیادتی کو دور کرتی ہیں ۔ جب ان مرکبات پر شامل ۔مفردات پر نگاہ ڈالتے ہیں...جوارش جالینوس اور جوارش مصطگی ۔ دونوں کا جزاء خاص 'مصطگی' ہے۔اس کے بعد زعفران ہے۔اور عود بلساں ۔مصطگی کے بطور خاص افعال پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

مصطگی ۔کا سر ریاح ، ہاضمہ ، دافع تعفن افال کی بنیاد پر۔ضعف معدہ ،اسہال ،نفخ شکم سوء ہضم ،میں استعمال کر ہیں۔(یونانی ادویہ مفردہ،حکیم صفی الدین۔ص ۱۷۴)

مصطگی ۔مقوی معدہ جگر ہے،معدہ،جگر،اور قوت ہاضم کو قوت دیتی ہے۔(تاج المفردات ۔حکیم نصیر احمد طارق ۔ص ۶۸۶) مصطگی ۔مقوی معدہ، ہاضم ،کا سر ریاح ،اور قابض ہے ،مزاج گرم خشک ہے۔(منافع المفردات ۔ڈاکٹر محمد یوسف انصاری ۔ص ۲۰۶) زعفران ۔ ورم جگر ۔ورم ورحم کو تحلیل کرنے میں خاص اہمیت رکھتا ہے ۔مقوی قلب و دماغ وجگر ہے۔(ص ۵۹۴ تاج المفردات ۔) زعفران اسکی معمول مقدار سے،معدی رطوبات کے افراز کو تحریک ۔اور زیادہ مقدار سے رحم کے غیر ارادی عضلات کو تحریک دیتی ہے ۔مزاج گرم خشک ۔(منافع المفردات ۔ص ۱۶۷) عود بلساں ۔مقوی ومحرک اعصاب ومقوی معدہ ہے۔(ص ۴۶ ۔منافع المفردات)

جوارش جالینوس کے نسخے میں ۔ دیگر بیشتر قرابادین میں زعفران دیگر ادویہ کے ہی وزن کے مطابق شامل ہے ۔اور مصطگی کے وزن میں فرق ہے ۔ جیسے "......سعد کوفی ،سونٹھ ،مرچ سیاہ ،فلفل دراز ،قط شیریں ،عود بلساں، زعفران ، ہر ایک سات ماشہ ۔مصطگی ۔ایک تولہ۔(مخزن المرکبات ۔ص ۳۶)"......سعد کوفی زنجیل ،فلفل سیاہ ، قط شیریں ،عود بلساں ،اسرون ، چرائتہ شیریں ،زعفران ، ہر ایک ۷ گرام مصطگی ۲۱ گرام (کتاب المرکبات ۔ص ۳۶)"......عود بلساں ۔اور۔ دیگر دو درم ،زعفران دو درم۔(مخزن المجر بات ۔ص ۷۵)

بول ابیض (سفید پیشاب)

"......سعد کوفی، زنجبیل، فلفل سیاہ، فلفل دراز، قط شیریں، عودبلساں، اسارون، زعفران، ہرایک دو تولہ، مصطگی ۵ تولہ۔ (بیاض کبیر ج دوم۔ص۲۲)

اگر زعفران کو دیگر ادویہ کی طرح ہی نسخے میں شامل کریں گے تو دوا بہت مہنگی ہو جائے گی۔اسی صورت۔ دیکھنے، پڑنے، کہنے، سننے میں تو اچھا لگے گا۔لیکن مریض کیلئے یہ بوجھ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ایسی صورت میں قرابادین مجیدی کا نسخہ جوارش جالینوس ہمیں بہت عملی لگا۔ہم اس نسخہ کے مطابق بناتے ہیں۔

نسخہ:

اسارون (شگر)	الائچی کلاں	باچھڑ	پکھان بید	پیپل کلاں	
۲۰۰ گرام	۲۲۰ گرام	۲۰۰ گرام	۱۵۰ گرام	۲۲۰ گرام	
تج	چرائتہ شیریں	حب الآس	خولنجان	زنجبیل	دارچینی
۲۲۰ گرام	۱۰۰ گرام	۲۰۰ گرام	۲۲۰ گرام	۲۲۰ گرام	۲۰۰ گرام
سعدکوفی	عودبلساں	فلفل سیاہ	قرنفل	قط شیریں	زعفران
۲۰۰ گرام	۵۰ گرام	۲۰۰ گرام	۱۰۰ گرام	۲۰۰ گرام	۲۱ گرام
مصطگی	قوام شکر				
۳۵۷ گرام	۱۰ کلو				

(قرابادین مجیدی،ص۴۶)

آپ خود اندازہ کریں۔ بیاض کبیر ج دوم۔ص۲۲ پر درج نسخہ جوارش جالینوس سے اس کا موازنہ کریں۔ پورے ہندوستان میں شاید کوئی دوا ساز کمپنی۔ جوارش جالینوس بیاض کبیر درج نسخوں کے لحاظ سے دوا بناتی ہوں۔خواہ ان سب نے یہی لکھا ہو۔Prepared as Bayaze.kabeer voms'2 mg

ہم جوارش جالینوس، اور جوارش مصطگی، اور دیگر ادویہ قرابادین مجیدی کے تحت بناتے ہیں۔اور اس سے جو مریض کو فائدے ہوتے ہیں۔اس کو بیان کرتے ہیں۔

میں نسخہ کو آسان سہل الاستعمال و سہل الحصول بنانا چاہتا تھا۔کئی طرح کی تبدیلیاں کر کے میں نے اس مریض پر استعمال کیا۔بالآخر حسب ذیل نسخے کے استعمال سے بحمدللہ مجھے کام یابی ملی۔اور اب تک جتنے مریض بھی آئے۔چھوٹے بچوں کے لیے میں حسب ذیل ترتیب سے دوائیں دیتا ہوں۔

ھوالشّٰفی

جوارش مصطگی خانہ ساز

ایک چمچہ (۱۰ گرام) صبح نہار منہ

.جوارش جالینوس خانہ ساز

آدھا چمچہ (۵،۵ گرام) صبح وشام بعد غذا ئین۔ ہمراہ قرص کشتہ فولا د .ایک ایک ٹکیہ۔

اوراگر بڑی عمر کے مریض ہے تو رات میں سفوف چٹکی کے بجائے

معجون فلاسفہ خانہ ساز

ایک چمچہ رات سوتے وقت۔

الحمدللہ اس مرض کا میرا پہلا مریض،اسی ترتیب سے علاج کے ذریعہ مکمل ٹھیک ہوا۔اس مرض میں مبتلا مریض کا فہم بہت کم۔لیکن اب تک ۶،۷ مریض میرے یہاں آئے وہ سبھی مذکورہ بالا علاج سے ٹھیک ہوئے۔

اکتوبر ۲۰۱۸ء کی بات ہے۔علی گڑھ میں میرے سینئر بھائی جو اعظم گڑھ شبلی کالج میں لیکچرر ہیں۔وہ اپنے بیٹے کو لے کر میرے مطب پر آئے۔ بیٹے کی عمر بمشکل ۳ سال تھی۔کہا اسی کے علاج کے لیے پریشان ہوں۔ اس کو سفید پیشاب آتا ہے۔یہ دیگر ڈاکٹرس کے پرچے ہیں۔آپ دیکھ لیں۔میں دیکھا ڈاکٹر امیر عالم صاحب۔MBBS M.S کا پرچہ 2.6.18 کی Date تھی اور نیچے دوائیں لکھی تھیں۔

پھراس کے بعد دوسرا پرچہ ڈاکٹر محمد اظفر صاحب کا تھا MBBS. D.C.H انھوں نے اپنے پرچے میں خاص شکایت کے ذیل میں لکھا تھا۔

Hard stool.wmk unw painfull micturation اور پرچے پر تاریخ درج تھی:

15.8.18 8.8.18

اسکے بعد تیسرا پرچہ جناب ڈاکٹر واحد علی صاحب MBB.S D.C.H کا تھا تاریخ 6.9.18 درج تھی۔

اسکے بعد 4.10.18 کو وہ میرے مطب پر آئے تھے۔

میں نے انھیں تسلی دی کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں آپ کا بچہ انشاءاللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔میں نے انھیں درج ذیل نسخہ تجویز کیا:

هو الشّٰفی

جوارش مصطگی خانہ ساز: ایک چمچہ (۱۰ گرام) صبح نہار منہ

جوارش جالینوس خانہ ساز، ہمراہ قرص کشتہ فولاد: آدھا آدھا چمچہ: ایک ایک ٹکیہ، صبح شام بعد غذائین دس دن کے لیے دیا۔

مذکورہ بالا علاج سے بچہ بحمدللہ مکمل طور پر صحت مند ہو گیا۔ انھوں نے دوبارہ آ کر خوشی خوشی مجھے بتایا۔ میں نے انھیں اس دوا کو ایک ماہ تک استعمال کرنے کی صلاح دی۔

میں اپنے تجربے کو اس لیے عام کر رہا ہوں تاکہ جو جہاں بھی یونانی میں مطب کر رہا ہے۔ وہ پورے اعتماد سے مطب کرے۔ اور جن امراض میں صرف یونانی طریقہ علاج سے کامیابی ملتی ہے۔ اس کو عام کریے تا کہ دیگر حکماء بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ انشاءاللہ مریضوں کو شفا ملے گی اور دعائیں بھی۔ لیکن شرط ہے کہ جوارش مصطگی میں مصطگی شامل ہو۔ اور جوارش جالینوس میں اجزاء پورے ڈالے گئے ہوں۔ وگرنہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ افسوس کہ غیر معیاری دواؤں سے مارکیٹ بھری پڑی ہے اور انھیں غیر معیاری دواؤں نے یونانی اطباء کو یونانی پیتھی سے بے زار کر دیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

مذکورہ بالا ترتیب سے اس مرج کا علاج تو ہو جاتا ہے۔ بحمدللہ۔ یہ خود اپنے آپ میں بڑی اہم بات ہے۔ لیکن کچھ امور تشنۂ تحقیق ہیں۔

۱۔ یہ کیلوسی پیشاب میں کہاں سے شامل ہوتا ہے۔ براہ گردہ، حالبین مثانہ میں جاتا ہے..؟ کس طرح کہاں سے پہنچتا ہے۔

۲۔ جوارش مصطگی۔ جوارش جالینوس، قرص کشتہ فولاد.. یہ دوائیں کیسے اثر کرتی ہیں کہ مہینوں سے مبتلاء مرض، محض، ۸، ۱۰ دن کے علاج سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ان امور کی تحقیق سے نئے دریچے کھلیں گے۔ کاش استاذ حکماء۔ اور کچھ .M.D اسکالرس اس جانب بھی توجہ کریں۔

تجلّیاتِ نبوت: ایک مطالعہ

محمد حاذق فلاحی

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (۱۹۴۲-۲۰۰۶ء) برصغیر ہندوپاک کے معتبر سیرت نگار ہیں۔ سیرت نگاری سے انہیں زمانہ طالب علمی ہی سے لگاؤ تھا۔ جب تک ماہنامہ 'محدث' کے ایڈیٹر رہے، سیرت کے مختلف پہلوؤں پر بے شمار مقالات تحریر کیے۔ آپ کی سیرت نگاری کا عروج 'الرحیق المختوم' پر عالمی انعام کے حصول کے بعد سے ہوا۔ اس کے بعد آپ کا شمار ماہرین سیرت نگار میں ہونے لگا۔

زیرنظر کتاب 'روضۃ الانوار فی سیرۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم' کا اردو ترجمہ ہے، جس کو خود صاحب کتاب نے 'تجلیات نبوت' کا عنوان دیا ہے۔ یہ کتاب دارالسلام (ریاض) سے شائع ہوئی ہے۔ مولانا نے یہ کتاب بچوں اور عام طلبہ کو مدنظر رکھ کر لکھی تھی کیونکہ دارالسلام کے مدیر عبدالمالک مجاہد نے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سے گزارش کی تھی کہ آپ نوجوانوں کے لئے بطورخاص میٹرک تک کے طلبہ کے لئے مختصر مگر جامع کتاب عربی زبان میں تیار کردیں جس سے نوجوان نسل کو فائدہ مل سکے۔ چنانچہ مولانا نے روضۃ الانوار فی سیرۃ النبی المختار کے عنوان سے یہ کتاب لکھی۔ جب یہ کتاب دارالسلام سے چھپ کر منظر عام پر آئی تو لوگوں نے شایان شان اس کا استقبال کیا اور عرب کے بعض اسکولوں میں بطور نصاب اس کتاب کو شامل بھی کیا گیا۔ جب اس کتاب کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی تو آپ نے اس کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ اس کا ترجمہ ۱۲شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۴/مارچ ۱۹۹۵ میں مکمل ہوا۔ کتاب کے مقدمہ کے آخر میں یہ تاریخ درج ہے لیکن اس کا اردو ترجمہ ۱۹۹۷ء میں منظر عام پر آیا۔(۱)

مختصر سوانحی خاکہ

آپ کا پورا نام صفی الرحمٰن مبارکپوری اور کنیت ابوہشام ہے۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری ۶/جون ۱۹۴۲ء کو ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ مبارک پور میں پیدا ہوئے۔ (۲) ابتدائی تعلیم دادا اور چچا سے حاصل کی۔

بچپن سے حصول علم کا شوق تھا،قوی الحافظہ تھے،ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالتعلیم میں حاصل کی۔اس کے بعد مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور کا رخ کیا۔ بالآخر جامعہ فیض عام مئو سے فضیلت کی سند حاصل کی۔ جہاں آپ نے عربی زبان وقواعد اور اسلامی علوم یعنی تفسیر، حدیث،اصول حدیث اور فقہ میں مہارت حاصل کی۔

جامعہ فیض عام میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا نے مولوی اور عالم کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا جو عربی وفارسی بورڈ کے ماتحت ہوتا تھا۔ بعدازاں مولانا نے فاضل کا بھی امتحان دیا اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ تعلیمی مراحل سے فراغت کے بعد مولانا نے درس وتدریس کو مشغلہ بنایا، یہ سلسلہ شہر ناگپور سے شروع ہوکر جامعہ سلفیہ بنارس پر تمام ہوتا ہے۔اس درمیان آپ اچھے استاد کے علاوہ ایک اچھے مناظر اور خطیب کی حیثیت سے بھی شہرت پاچکے تھے۔آپ کو علوم حدیث پر خصوصی عبور تھا۔ جامعہ سلفیہ میں تدریس وتحقیق کے ذریعہ حدیث کی خدمت کرتے رہے۔صحیح بخاری، ہدایہ اولین، حجۃ اللہ البالغۃ وغیرہ کا درس مولانا کی زبان سے اس قدر بصیرت افروز ہوتا تھا کہ پیچیدہ بحثوں میں بھی شاگردوں کے لئے تسلی وتشفی کا سامان مہیا ہوتا تھا۔آپ شیریں کلام تھے۔جامعہ سلفیہ آنے کے بعد آپ نے ماہانہ مجلّہ ''محدث'' کی ادارت سنبھالی۔ جب تک آپ جامعہ میں رہے ادارت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر رہی۔محدث کے اداریے مولانا کی فنی مہارت اور علمی شان کا بہترین نمونہ ہیں۔مولانا سلگتے موضوعات کو اپنی تحریر کا عنوان بناتے تھے۔ آپ دین کے محافظ اور پاسبان تھے، ہمہ وقت اس بات کے لئے کوشاں رہتے تھے کہ کیسے کلمۃ اللہ کا غلبہ ہو، آپ قوم کے نوجوانوں کے لئے فکرمند رہتے کہ کس طرح ان کی دینی تربیت کی جائے۔''مولانا ۱۹۸۲ء لے کر ۱۹۸۸ تک 'محدث' کے ایڈیٹر رہے،اس مدت میں ان کے قلم سے تقریباً ٦١ تا ٦٢ اداریے نکلے۔''(۳)

'تجلیات نبوت' آپ نے مدینہ میں قیام کے دوران لکھی جب آپ دارالسلام سے منسلک ہو چکے تھے۔ الرحیق المختوم کو اعزاز ملنے کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی سے ریسرچ فیلو کی حیثیت سے آفر آیا اور آپ نے اس کو پس وپیش میں رہتے ہوئے قبول کرلیا۔ وہاں سے آپ کا ایگریمنٹ ختم ہوا تو آپ نے مکتبہ دارالسلام ریاض میں اپنی علمی خدمات انجام دیں۔'' ۱۹/جولائی ۱۹۹۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر منتخب ہوئے اور ۳۰/اگست ۲۰۰۰ء میں استعفا دے دیا۔''(۴) آپ درس وتدریس کی مصروفیت کے ساتھ ہمیشہ اپنے قلم کو جنبش دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے گہربار قلم سے معرکہ آرا تصانیف وجود میں آئیں۔ان میں تجلیات نبوت کے علاوہ الرحیق المختوم، شرح بلوغ المرام، قادیانیت اپنے آئینے میں، فتنہ

قادیانیت اور مولانا ثناءاللہ امرتسری، انکارحدیث کیوں؟ اورانکارحدیث حق یا باطل،صحیح مسلم کی شرح منۃ المنعم فی شرح صحیح مسلم وغیرہ خاص ہیں۔

تجلیات نبوت پرایک نظر

تجلیات نبوت پر آپ نے مدلل اور جامع بحث فراہم کی ہے۔کتاب کی زبان سادہ اورآسان ہے۔یہ کتاب قرآن وحدیث اور تاریخ کے اعلیٰ معیار پر رکھ کرانتہائی تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔یہ کتاب آپ کی وسعت معلومات، ذہانت، طباعی، جودت فکراور گہری نظر کا نتیجہ ہے۔مولانا کی تحریروں میں زبان کی سادگی، اسلوب کی دل کشی، تحقیقی معیاراورعلمی انداز کی شان نظرآتی ہے۔مصنف نے واقعات سیرت کی صحت میں مستند ماخذ تک رسائی حاصل کی ہے۔مثلاً مولانا نے اپنی کتاب میں سب سے زیادہ احادیث صحیح بخاری سے لی ہیں جن کی تعداد ۲۰۷ تک پہنچتی ہے، اس کے بعد سیرت ابن ہشام سے تقریباً ۱۳۹ واقعات نقل کئے ہیں اور زادالمعاد سے ۴۷ حوالے کتاب میں درج ہیں۔ہندوستانی مصنفین کی کتابوں میں ''رحمت اللعالمین اوررسول اکرم کی سیاسی زندگی'' کومولانا نے حوالے کے طور پر درج کیا ہے۔اس ضمن میں تمام واقعات کواس کے اندر سمولیا ہے:

مندرجات کااجمالی تذکرہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔نبوت ودعوت۔اسلام کی اعلانیہ تبلیغ۔مقابلے کی مختلف تدبیریں۔مسلمانوں کو تعذیب۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی۔غم کا سال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں۔مشرکین کی طرف سے۔شق القمر (چاند کا دوٹکڑے ہونا)۔اسراءومعراج۔دوسری بیعت عقبہ۔مسلمانوں کی ہجرت۔قریش دارالندوہ میں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت۔مدینہ منورہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔قریش کی فتنہ خیزیاں۔غزوہ بدرکبریٰ۔بدر کے بعد کے واقعات۔غزوہ احد۔مشرکین کی واپسی اور مسلمانوں کی طرف سے شہیدوں اور زخمیوں کی خبر گیری۔حادثے اورغزوات۔غزوہ احزاب یا غزوہ خندق۔غزوہ بنی قریظہ۔غزوہ بنوالمصطلق یا غزوہ مریسیع۔عمرہ حدیبیہ۔بادشاہوں اورامراء کے نام خطوط۔غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد۔غزوہ خیبر۔غزوہ ذات الرقاع۔عمرہ قضاء۔معرکہ موتہ۔غزوہ فتح مکہ۔غزوہ تبوک۔غزوات کے بارے میں چند کلمات۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج۔وفود،مبلغین اور دیگر اعمال۔ حجۃ الوداع۔رفیق اعلیٰ کی جانب۔خانۂ نبوت۔صفات واخلاق۔

حلیہ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کے بارے میں مولانا نے صفات واخلاق کے تحت بیان کیا ہےاوراس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک گورا، پرکشش، گول، روشن رنگ، سرخی آمیز تھا، چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتا ہوا۔ جب آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک اس طرح دمک اٹھتا گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ دھاریاں اس طرح چمکتیں جیسے روشن بادل چمکتا ہے، گویا سورج اس میں دوڑ رہا ہے، بلکہ اگر تم حضورؐ کو دیکھتے تو گویا طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھتے۔ چہرہ پر پسینہ یوں محسوس ہوتا ہے گویا موتی ہے،اور پسینے کی خوشبو مشک خالص سے بھی بڑھ کر ہوتی۔ اور جب آپ غصہ ہوتے تو چہرہ یوں سرخ ہوجاتا گویا دونوں رخسار میں انگور کے دانے نچوڑ دیے گئے ہیں۔ دونوں رخسار ہلکے، پیشانی کشادہ، ابرو کماندار باریک، اور کامل تھے، باہم ملے نہ تھے، اور کہا جاتا ہے کہ ملے تھے، آنکھیں کشادہ تھیں، اور ان کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی، پتلی سخت سیاہ تھی، پلکوں کے بال لمبےاور گھنے تھے،تم دیکھتے تو کہتے کہ آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ آپ سرمہ نہ لگائے ہوتے۔ ناک کا بانسہ بلند اورخم تھا اس پرنور سا بلند ہوتا محسوس ہوتا۔ دونوں کان مکمل تھے، منہ خوبصورت اور بڑا تھا۔ سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا فاصلہ تھا، بقیہ دانت بھی الگ الگ تھے، دانتوں میں چمک تھی، جب آپ مسکراتے تو ایسا لگتا گویا اولے ہیں۔اور جب آپ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور جیسا نکلتا دکھائی دیتا۔غرض آپ کے دانت سب سے خوبصورت تھے۔ داڑھی خوبصورت، گھنی، کنپٹی سے کنپٹی تک بھرپور، سینے کو بھرے ہوئے اور سخت کالی تھی، صرف دونوں کنپٹیوں اور داڑھی میں چند گنے چنے بال سفید تھے۔''(۵)

مولانا نے اس کتاب میں۴۳ سرخی کا استعمال کیا ہےاور ہر سرخی کا آغاز نئے صفحہ سے کیا ہے۔ ہر سرخی کے ساتھ ذیلی سرخی کا کثرت سے استعمال ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے بڑے خوبصورت اسلوب میں سیرت کے تمام تر وقائع کو بیان کیا ہے۔ کتاب کی ورق گردانی کرنے کے بعد دل ودماغ تروتازہ ہوجاتا ہے۔ اس کتاب میں مولانا نے دعوت اسلامی میں جونشیب وفراز ہیں اس کی عکاسی اس طرح کی ہے:

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے تمام مراحل طے کردیے تو صحابہ سے فرمایا:

''اٹھو اور اپنے جانور قربان کردو'' مگر کوئی نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ نے یہ بات تین بار کہی، مگر کوئی نہ اٹھا، تو آپ ام سلمہؓ کے پاس گئے اور ان سے ذکر کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اٹھ کر اپنا جانور ذبح کردیں اور اپنا سر منڈا لیں اور کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ آپؐ نے یہی کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے بھی آپ کے عمل کی پیروی کی، مگر مسلمانوں میں غم کی یہ کیفیت تھی کہ لگتا تھا ایک دوسرے کو قتل کردیں گے۔ غم کی دو وجہیں مولانا نے بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ وہ عمرہ کئے بغیر واپس ہو رہے تھے اور دوسرے یہ کہ فریقین میں برابری نہ تھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو گفت وشنید ہوئی ملاحظہ فرمائیں:

> ''اے اللہ کے رسول! کیا ہم لوگ حق پر اور وہ لوگ باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کیوں نہیں''۔ انہوں نے کہا کیا ہمارے مقتولین جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں'' انہوں نے کہا تو پھر ہم کیوں اپنے دین کے بارے میں دباؤ قبول کریں؟ اور ایسی حالت میں پلٹیں کہ ابھی اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! میں اللہ کا رسول ہوں اس کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ وہ میری مدد کرے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔''(۶)

تبلیغ اسلام میں جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے اس کا تذکرہ کیا ہے اور ساتھ ہی تکالیف ومصائب میں کس طرح نصرت الٰہی کے راستے پیدا ہوتے ہیں اس کی ایمان افروز تحریر کتاب میں موجود ہے۔ مثلاً:

جنگ احزاب میں معاملات سنگین مرحلے سے گزر رہے تھے کہ نعیم بن اشجعی رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کا تعلق قبیلہ غطفان سے تھا اور وہ قریش اور یہود کے دوست تھے۔ انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میری قوم کو میرے اسلام کا علم نہیں' لہٰذا آپ مجھے کوئی حکم فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم فقط ایک آدمی ہو اس لئے کیا کرسکتے ہو البتہ جس قدر ممکن ہو پھوٹ ڈالو کیوں کہ جنگ چال بازی کا نام ہے''۔(۷)

اس طرح کفار و یہود میں پھوٹ پڑی اور جنگ کا راستہ مسلمانوں کے لئے آسان ہوگیا اور پھر اللہ نے تیز ہوا والی بارش اور فرشتوں کا لشکر بھیج دیا جس نے ان لوگوں کے دلوں میں ڈر پیدا کردیا اور ان کے خیمے اور ہانڈیاں سب الٹ گئیں۔ اس طرح انہوں نے واپس ہونے میں ہی عافیت سمجھی اور بہت بڑی مصیبت جو مسلمانوں کے سر پر سوار تھی وہ بحسن خوبی اللہ کی رحمتوں سے دور ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور دشمنانِ اسلام نے آپ کے تعاقب میں آدمی دوڑائے اور انعام بھی رکھا۔ انعام کی لالچ میں سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے بھی اپنی قسمت آزمانا چاہا اور خواہش ہوئی کہ اس انعام کا حق دار کیوں نہ بن جائے۔ اس واقعہ کی مولانا نے کچھ اس طرح عکاسی کی ہے:

''جب آپ قدید سے آگے بڑھے تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی نے قریش کے اعلان کردہ انعام کے لالچ میں اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر آپ کا پیچھا کیا۔ جب قریب پہنچا تو گھوڑا پھسل گیا اور سراقہ نیچے آرہا۔ اس نے اٹھ کر فال گیری کے تیر دیکھے کہ نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں! تیر وہ نکلا جو ناپسند تھا۔ لیکن اس نے تیر کی نافرمانی کی اور سوار ہو کر آگے بڑھا۔ جب اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آپ کی قرأت سننے لگا۔ اور آپ التفات نہیں فرماتے تھے، جب کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ تو اس کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے، اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ پھر سراقہ کی ڈانٹ پر گھوڑا اٹھنے لگا تو بمشکل اپنے دونوں پاؤں نکال سکا۔ اور جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پاؤں کے نشان سے آسمان کی طرف دھویں جیسا غبار اڑ رہا تھا۔ سراقہ نے پھر فال کے تیر نکالے تو پھر وہی نکلا جو ناپسند تھا۔ اس سے اس پر زبردست رعب طاری ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ غالب آکر رہے گا۔ چنانچہ اب اس نے امان کی پکار لگائی۔ وہ لوگ ٹھہر گئے اور یہ ان کے پاس پہنچا اور بتلایا کہ قریش نے کیا طے کیا ہے، اور خود یہ کس ارادے سے چلا تھا۔ پھر زادو متاع پیش کیا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ لیا۔ البتہ اس سے یہ طلب کیا کہ آپ کی بات لوگوں سے چھپائے رکھے۔ سراقہ نے پروانہ امن لکھوایا۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور انہوں نے ایک چمڑے پر لکھ دیا، پھر سراقہ واپس ہوا، اور جو کوئی تلاش میں ملا اس سے کہا: ادھر کی کھوج خبر لے چکا ہوں یہاں تمہارا جو کام تھا کیا جا چکا ہے اور یوں تلاش کرنے والوں کو واپس کر دیا۔''(۸)

خلاصہ یہ کہ تجلیات نبوت کے ذریعہ قاری کو سیرت نبوی کے انتہائی اہم اوراق سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مکی اور مدنی زندگی میں دعوتی سرگرمیوں کے ذریعہ ایک مسلمان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جانفشانی سے حالات کا مقابلہ کیا۔ تیرہ سال تک مزاحمت کا مقابلہ محض عفوودرگزر اور صبر سے کیا اور مدنی ریاست کی تشکیل کے بعد بھی عفوودرگزر کا سیل پیکراں جاری رہا جس کی

نمائندہ مثال فتح مکہ ہے۔تجلیات نبوت کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسٹیٹس مین ہوکر بھی جنگی مہمات میں جو تعلیمات پیش کیں وہ آج مہذب دنیا کے لیے اسوہ ونمونہ ہے۔

مراجع ومصادر

۱- شائع ہونے کی کوئی تاریخ متعین نہیں کی گئی ہے عبدالمالک مجاہد نے عرض ناشر (طبع اول) کے آخر میں ۱۹۹۷ء کی تاریخ متعین ہے، تجلیات نبوت، مکتبہ دارالسلام، ریاض، ص ۱۹

۲- الرحیق المختوم، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، ص ۲۷، مجلس العلمی علی گڑھ، ۱۹۸۸

۳- مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی سنہری یادیں، ندوی، ساجد اسید، ص ۹، اگست ۱۹۸۰ء

۴- ماہنامہ نور توحید، اشاعت خاص مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، والدگرامی حیات وخدمات، طارق صفی مبارکپوری ص ۴۴، جنوری فروری مارچ ۲۰۰۷، کرشنا نگر نیپال

۵- تجلیات نبوت، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، دارالسلام پبلی کیشنز، ریاض، ۱۹۹۷ء ص ص ۳۸۰-۳۸۱

۶- تجلیات نبوت، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، دارالسلام پبلی کیشنز، ریاض، ۱۹۹۷ء ص ص ۲۵۸-۲۵۹

۷- تجلیات نبوت، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، دارالسلام پبلی کیشنز، ریاض، ۱۹۹۷ء ص ۲۳۱

۸- تجلیات نبوت، مبارکپوری، صفی الرحمٰن، دارالسلام پبلی کیشنز، ریاض، ۱۹۹۷ء، ص ص ۱۶۸-۱۶۹

انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

سرفراز بزمی

اندھیری رات میں روشن چراغ والے ہیں انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

رعونتوں کی کلائی مروڑنے والے صلیبِ جبر کو ٹھوکر سے توڑنے والے
یہ زعفرانی غباروں کو پھوڑنے والے انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

کسی کے تخت کی پرواہ نہ خوفِ دار انھیں عزیز ہے تو فقط تیرگی پہ وار انھیں
ابھارتے ہیں محبت کے آبشار انھیں انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

اندھیری شب میں اجالوں کا حوصلہ ہیں یہ تمہارے دیش نکالوں کا حوصلہ ہیں یہ
کہ جامعہ کے جیالوں کا حوصلہ ہیں یہ انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

نہ مودیوں سے نہ شاہوں سے بیر ہے ان کو فقط زمیں کے خداؤں سے بیر ہے ان کو
انا پرست خزاؤں سے بیر ہے ان کو انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

دلت ہے کوئی، نہ ہندو، نہ سکھ، نہ عیسائی نہ کوئی بودھ، نہ مسلم، یہ سب سگے بھائی
اٹھی ہے خلق خدا لے کے آج انگڑائی انھیں سلام! یہ شاہین باغ والے ہیں

جامعہ کے لیل ونہار

مولانا مصباح الباری فلاحی

جامعہ کے ایک قدیم خادم (جناب منظور احمد صاحب) نے داعی اجل کو لبیک کہا

۲۹/نومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ بعد نماز جمعہ جامعہ کے قدیم خادم وگمنام مجاہد جناب منظور احمد مرحوم اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک طویل عرصے سے اپنی خدمات جامعہ میں انجام دے رہے تھے، ادھر ہفتہ دس دن پہلے اچانک ان کی طبیعت بگڑی، فالج کا حملہ ہوا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم کے جنازے میں ایک جم غفیر نے شرکت کی۔ سابق ناظم جامعہ جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

۳۰/نومبر ۲۰۱۹ء بروز شنبہ ابواللیث ہال میں ان کی یاد میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی۔ ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب نے بتایا کہ جامعہ کے خادم جناب منظور احمد صاحب آخری سانس تک جامعہ کی خدمت کرتے رہے۔ ابتداء میں جناب منظور احمد صاحب جامعہ میں تدریس کے لیے آئے تھے لیکن اردو نہ جاننے کی وجہ سے وہ دوسرے شعبہ میں رہے۔ حالانکہ منظور احمد صاحب مرحوم ہندی، انگریزی میں کافی ماہر تھے۔ شروع میں انہوں نے اردو سیکھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ آخری سانس تک جامعہ میں رہے۔ جامعہ کے اندر اور باہر کے ہر کام کو بخوبی انجام دیا کرتے تھے۔ وقت کی بھی پابندی کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن بھی جامعہ میں رہ کر کام کرتے تھے۔ جامعہ کے ہر کام کو نہایت اچھے انداز میں کرتے اور کبھی کسی کام سے انکار نہیں کرتے تھے اسی لیے وہ ہر دل عزیز تھے۔

جناب مولانا انیس احمد مدنی (معاون مہتمم وصدر مدرس) نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ جناب منظور احمد صاحب کی کئی خوبیاں نمایاں تھیں۔ وہ ہمیشہ زیادہ کام کرتے تھے اور وقت کی پابندی کرتے تھے۔ خدمت خلق کے ماہر تھے۔ اور ہر ایک کی مدد کرتے تھے۔ بہت ہی ملنسار تھے۔ ڈیوٹی سے زیادہ وقت جامعہ کو دیتے تھے اور بینک ڈاک خانہ اور دوسرے کام بغیر کسی معاوضہ کے کرتے تھے۔ کبھی کسی سے الجھتے نہیں تھے اور کوئی استاد، ذمہ دار کوئی بھی کام دیتا تو بہت اچھی طرح کرتے تھے۔

نظامت کے فرائض جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی (معاون صدر مدرس) نے انجام دیے۔

جامعہ میں سہ روزہ دعوتی وتربیتی کیمپ

۲؍نومبر ۲۰۱۹ء تا ۴؍نومبر ۲۰۱۹ء جامعہ کے کیمپس میں سہ روزہ دعوتی وتربیتی کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس سہ روزہ کیمپ میں عربی ششم وعربی ہفتم کے طلبہ کے علاوہ جماعت اسلامی کے داعی کارکنان بھی مستفید ہوئے۔ شیخ عبدالعظیم عمری اثری، مولانا عبدالصمد فلاحی، مفتی احسان الحق قاسمی، شیخ محمد فاروق عمری اور شیخ عبدالعظیم عمری کے لکچرز اس کیمپ میں ہوئے۔ روزانہ بعد نماز عصر فیلڈ ورک کا اہتمام کیا گیا جس سے شرکاء کیمپ کو عملی تجربات بھی حاصل ہوئے۔ اور بعد نماز مغرب روزانہ تاثراتی نشست کا اہتمام مسجد میں کیا گیا۔ جس میں شرکاء کیمپ اپنے تاثرات وتجربات پیش کرتے تھے۔ ناظم کیمپ جامعہ کے سابق ناظم مولانا محمد طاہر مدنی صاحب تھے جبکہ آپ کی معاونت جناب مولانا عرفان احمد فلاحی صاحب نے کی۔ اس سہ روزہ کیمپ کا روزانہ آغاز قیام لیل، نماز فجر اور اذکار وتلاوت قرآن مجید سے ہوتا تھا۔

پہلے دن افتتاحی سیشن میں سابق ناظم جامعہ جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے طلبہ کو اس پروگرام سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی اور کہا کہ دعوت اسلامی امت کا فرض منصبی ہے۔ اس کی ادائیگی ہی پر نصرت الٰہی حاصل ہوگی۔

شیخ عبدالعظیم عمری نے اسلام کس لیے کے عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اسلام سب کے لیے ہے کیوں کہ یہ اس اللہ کا پسندیدہ دین ہے جو رب العالمین ہے۔ نبی کریم ﷺ پوری دنیا کے لیے رحمت ہیں۔ آپ کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ قران مجید کو بلاغ للناس اور ھدی للناس اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ قران سب کے لیے ہے۔ اس پر سب کا حق ہے اسے لوگوں تک کون پہنچائے گا؟ دعوت کا اصل کام غیر مسلم بھائیوں میں ہوتا ہے یہ تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کا پیغام پہنچانے کا کام

کریں۔اسی لیےقرآن نےہمیں خیرامت کہاہے۔اوراس امت کوانسانوں کے لیے برپا کیا گیاہے۔

مفتی احسان اللہ قاسمی صاحب نے ترک دعوت کے نقصانات کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ دعوت کوترک کرناعذاب الٰہی کودعوت دیناہے۔یہ کتمان حق ہے۔جس کی سزااللہ کی لعنت کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔اس جرم کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں اورذلت ومسکنت مسلط ہوتی ہے۔

ناظم جامعہ جناب مولانارحمت اللہ اثری فلاحی مدنی صاحب نے اپنی گفتگو میں فرمایا کہ کیمپ میں روحانی علمی اورعملی تمام پہلوؤں کی رعایت کی گئی ہے۔اس نوعیت کاپروگرام اپنے آپ میں ایک مثالی پروگرام ہے۔

پہلے دن مندرجہ ذیل عنوانات پرلکچرز ہوئے:

(۱)اسلام کس لیے؟

(۲)ترک دعوت کے نقصانات

(۳)دعوت وتبلیغ اورشہادت حق کاوسیع مفہوم

(۴)دعوت کی ترجیحات و

(۵)داعی کاسلوک واخلاق

(۶)داعی کی تربیت

(۷)امثال القرآن الکریم

دعوت اسلامی،مسائل،مشکلات اورحل، کےعنوان پرایک مذاکرہ مفتی احسان اللہ قاسمی صاحب کی صدارت میں منعقدہوا۔جس میں شرکاءکیمپ نے حصہ لیااورمذاکرہ کافی کامیاب رہا۔

اس سہ روزہ دعوتی وتربیتی کیمپ میں دوسرے دن مندرجہ ذیل عنوانات پرلکچرز ہوئے:

(۱)دعوت فرض عین یافرض کفایہ؟

(۲)امثال القرآن

(۳)ایمان باللہ

(۴)انبیائی دعوت قرآن کی روشنی میں

(۵)دعوت کاطریقہ کار

(۶)دعوت کاتجربہ

تیسرے اور آخری دن جو لکچرز ہوئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

(۱) امثال القرآن

(۲) راہ دعوت کی رکاوٹیں

(۳) تعلق باللہ

(۴) ہمزات الشیاطین

(۵) تزکیۂ نفس

(۶) داعی کے اوصاف

اس سہ روزہ دعوتی وتربیتی کیمپ سے طالبات نے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔کلیۃ البنات میں پیش کیے گئے لکچرز کی تفصیل اس طرح ہے:

جناب شیخ فاروق اعظم عمری نے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کے حالات بہت خراب ہیں۔احادیث میں پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ایسا زمانہ آئے گا جب قتل، خوں ریزی، بربریت عام ہوجائے گی اور آج ایسا ہورہا ہے۔

اور ایسا زمانہ آئے گا جب دنیا کی قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں اور آج دنیا ہم پر ٹوٹ پڑی ہے۔اور اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت ہوگی مگر سمندر کے جھاگ کے مانند کوئی ان کا وزن نہیں ہوگا۔دنیا کی محبت دل میں بس جائے گی۔اور یہی سب کچھ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ایسے حالات میں ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنا احتساب کریں۔پیارے نبی ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں۔اپنے اصل سرچشمہ دین اسلام کی طرف لوٹ آئیں اور اس کی تعلیمات پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کو استوار کریں۔اسلام پیش کرنے کے لیے برادران وطن سے ملیں۔برائی کا بدلہ اور جواب اچھائی سے دیں۔تو یہ غیر مسلم ہمارے جگری دوست بن جائیں گے۔ہم اخلاق وکردار کا ایسا پیکر بنیں کہ غیر مسلم مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر رشک کریں اور کہیں کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت، قانون اور دستور ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو دعوت سے پہلے ہلاک نہیں کرتا حجت مکمل ہونے کے بعد ہی عذاب آتا ہے۔اس لیے ہم اپنا احتساب کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کریں تاکہ آخرت میں ذلیل ورسوا نہ ہوں۔

۴؍نومبر ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ جامعہ کی مسجد میں بعد نماز عشاء دعوتی وتربیتی کیمپ کی آخری واختتامی نشست منعقد ہوئی۔ ریان عارف کی تلاوت قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا۔حسان عارف نے ایک نعت پیش کی۔

افتتاحی کلمات میں جناب مولانا طاہر مدنی صاحب نے فرمایا کہ دعوت کا کام انبیائی مشن ہے۔ یہ ایک دینی فریضہ ہےاور پوری امت مسلمہ داعی ہے۔آج ہم نے اس دعوتی مشن کو چھوڑ دیا ہے۔اللہ کے پیغام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ امت مسلمہ کے اندر دعوتی مزاج پیدا کرنا ضروری ہے۔اس کیمپ میں بہت سارے موضوعات پر لکچرز ہوئے اور شام کے وقت عملی مشق بھی کی گئی۔ چنانچہ داعی حضرات نے مندر، پولیس اسٹیشن اور دوسری جگہوں پر ہندو بھائیوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا۔

نیاز ملک (عربی ششم)،محمد زاہد خان (اعظم گڑھ)،قاری اقبال احمد اصلاحی ندوی،خلیق الرحمٰن (عربی ششم)،مفتی احسان اللہ قاسمی (بنگال)،شیخ عبدالعظیم عمری اثری نے اس دعوتی وتربیتی کیمپ سے متعلق اپنے اپنے قیمتی تاثرات پیش کیے۔

صدارتی خطبہ میں ناظم جامعہ جناب مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب نے فرمایا کہ اس ادارہ کا قیام تحریکی ودعوتی ہے۔یعنی جامعۃ الفلاح کے قیام کا مقصد تحریک اور دعوت ہے۔ دعوت اصل میں غیر مسلموں کے لیے ہے۔آپؐ نے دعوت کا کام جب شروع کیا تو اس وقت کوئی مسلمان نہیں تھا اس طرح جو جس میدان میں ہے وہ اس میدان میں رہ کر دعوت کا کام انجام دے سکتا ہے۔اخوان المسلمین اس کی سب سے بہترین مثال ہے۔آپ لوگ یہاں موجود ہیں، آخر آپ مسلمان کیسے ہوئے؟ اسی دعوت کے ذریعہ ہم مسلمان ہوئے، آپ ایمان واخلاق اور علم وثقافت اپنے اندر پیدا کریں۔آپ لوگ ’ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ‘ کے عملی پیکر بن جائیں۔(آمین)

مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب کی تذکیر

۳؍دسمبر ۲۰۱۹ء بروز سہ شنبہ ابواللیث ہال میں معاون صدر مدرس جناب مولانا عبدالعظیم فلاحی صاحب نے طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے وقت کو منظم کیجیے۔نظم جامعہ کی پابندی کیجیے۔ششماہی امتحان کا رزلٹ آپ کے سامنے آچکا ہے۔ابھی سے منصوبہ بندی کیجئے۔جن طلبہ نے اچھے نمبرات حاصل کیے ہیں وہ مبارک باد کے لائق ہیں۔ڈاکٹر کبھی کبھی مریض کو تیکھی دوائیں دیتا ہےاور کبھی کسی عضو کو ضرورت پڑنے پر کاٹ دیتا ہے اس لیے آپ اچھے اور مثالی بنئے۔اپنے ادارہ، اساتذہ، والدین اور علاقہ کا نام روشن کیجئے۔اپنی

ساری توانائی حصول علم میں لگا دیجیے۔

آغاز تعمیر بالائی منزل شعبۂ حفظ وتجوید

الحمدللہ جامعہ کے مختلف شعبوں میں وسعت ہورہی ہے۔اور خوشی کی بات ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں لوگ اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنانے کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ جامعہ کے شعبہ حفظ وتجوید میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے داخلہ کم لینا پڑتا ہے اور سرپرستوں سے معذرت کے باوجود بھی طلبہ کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہورہا ہے۔امسال اس شعبہ میں طلبہ کی تعداد ۱۰۷رہوگئی۔ جامعہ نے حفظ قرآن اور اس کے بعد کی تعلیم کا جو نظام بنایا ہے ایک پسندیدہ اور موجودہ حالات کا تقاضا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سرپرست اس کی طرف متوجہ ہیں اور ہمیں تنگ دامانی کی شکایت کرنی پڑرہی ہے۔ چنانچہ بلائی منزل کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔بعض اہل خیر حضرات کی پیش کش پر فی الحال ۲ کمروں کی تعمیر کا کام شروع کیا جارہا ہے۔اور ایک صاحب خیر نے تیسرے کمرے کی تعمیر کی پیش کش ہے۔تعمیری کام کا آغاز ان شاءاللہ ۲۹رنومبر ۲۰۱۹ء بروز جمعہ بعدنماز جمعہ کیا گیا۔

سابق ناظم جامعہ جناب مولانا محمد طاہر مدنی صاحب نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ جو لوگ اس عظیم کام میں لگے ہوئے ہیں وہ لائق مبارک باد ہیں۔قرآن سیکھنا، سکھانا، تجوید اور حروف کی ادائیگی کے ساتھ قرآن پڑھنا، اس کی تعلیم عام کرنا اور اس کے پیغام کو پھیلانا اور اس کی نشر واشاعت کرنا بہت ہی مبارک اور عظیم کام ہے۔طلبہ کی تعداد میں اضافہ کے سبب مزید تعمیراتی کام کی ضرورت پڑی۔اس تعمیری کام میں آپ اور اپنے متعلقین کی طرف سے صدقہ جاریہ کے طور پر حسب استطاعت حصہ لیں تاکہ بآسانی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔

اس تعمیری کام کے آغاز کے موقع پر ناظم جامعہ، بعض ارکان شوریٰ، اساتذہ، طلبہ اور قرب وجوار کے لوگوں نے شرکت کی۔

تحریری مسابقہ کا انعقاد

۳۰رنومبر ۲۰۱۹ء بروز چہار شنبہ مولانا صدرالدین ہال میں ایک تحریری مسابقہ کا انعقاد ادارہ دعوت القرآن، لکھنؤ کی جانب سے کیا گیا جب کہ طالبات کا مسابقہ کلیۃ البنات میں منعقد ہوا۔تحریری مسابقہ چار گروپس پر مشتمل تھا اور ہر گروپ میں دو دو کتابیں تھیں۔

With best compliments from

ADHAM ALI

Managing Director

+91-9821 03 2562

Swaidan

MANPOWER CONSULTANTS

Regn. No. B0513/MUM/PER/1000+/10/8522/2009

Real Tech Park, 1013, 10th Floor, Sector 30/A
Near Vashi Railway Station, Vashi
New Mumbai-400703 (India)
Tel: +91-22-66441600, Fax: +91-22-66441688
E-mail: admin@swaidan.in
Website: www.swaidan.in

JARIDA HAYAT–E–NAU
January - 2020
RNI No: DELURD/2015/65862
Vol. V Issue - I

مڈل ایسٹ میں ملازمت کے خواہش مند حضرات کے لیے
ایک قابل اعتماد ادارہ

الہند فارن سروس ایجنسی

- اگر آپ میڈیکل لائن سے متعلق ہیں
- اگر آپ کوئی ہنر جانتے ہیں
- اگر آپ صرف پڑھے لکھے ہیں اور آپ کے پاس کوئی ہنر نہیں ہے
- اگر آپ کا کسی ہوٹل انڈسٹری سے تعلق ہے
- اگر آپ عام لیبر یا مزدور ہیں

تو آپ اپنے پاسپورٹ کی کاپی، فوٹو اور بائیوڈاٹا ہمیں بھیج دیجئے......اور
دیگر تفصیلات کے لیے ہماری اطلاع کا انتظار کیجئے۔

وكالة الهند للخدمات الأجنبية

AL-HIND FOREIGN SERVICE AGENCY

Registration No.: B-0376/DEL/PER/1000+/5/1263/1984

Head Off: No. 73, Main Road, Near SBI
Zakir Nagar, New Delhi-110 025 (India)
E-mail: info@al-hind.com

Ph : 0091 - 11 - 26983980, 26983981
0091 - 11 - 26988375 / 76
Fax : 0091 - 11 - 26983982

Web: www.al-hind.com

Branch Office: 38, G.F. Ashoka Shopping Complex, Near G.T. Hospital
L.T. Road, Mumbai - 400 001 (India)
Ph. : 0091-22-22652906 Fax: 0091 - 22 - 22652910